
June 2016
Rs.15/-
اہل سنت وجماعت کا ترجمان
ماہنامہ
پیغام شریعت
دہلی
کیا بینک انٹرسٹ پر زکاۃ ہے؟
کیا شوگر اور بلڈ پریشر کے مریض روزے کا فدیہ دے سکتے ہیں؟
ہوائی جہاز کے سفر میں روزہ افطار کب کرے
کیا انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے
اخبارات واشتہارات پر مقدس کلمات اور مصلوں پر معظم تصاویر کا شرعی حکم

بسم اللہ الرحمن الرحیم



PAIGAM E SHARIAT Monthly

جون 2016

پبلشر اینڈ پرنٹر: محمد قاسم مصباحی قادری چشتی

- سالانہ ممبری فیس: -/150 روپے
- بیرون ممالک فیس: -/40 امریکی ڈالر

ترسیل زر کا پتہ

PAIGAM E SHARIAT Monthly
House No.442, 2nd Floor, Gali Sarotey Wali
Matia Mahal Jama Masjid Delhi-6
Mob:. 9911062519,011-23260749
Email:paighameshariat@gmail.com
Indian Bank
A/c.No.6409744750, IFSC Code IDIB000J033,Jasola

ماہنامہ پیغام شریعت دہلی
مکہ پبلشر ۴۴۲، دوسری منزل، گلی سروتے والی، مٹیا محل، جامع مسجد دہلی۔۶
آفس کا فون نمبر: 011-23260749,9911062519

فہرست مضامین

﴿نوٹ﴾

مندرجات سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں۔

کسی قسم کی عدالتی چارہ جوئی صرف دہلی کی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔

اداریہ

ماہِ رمضان اور کتابِ حکمت

از: ڈاکٹر محمد سجاد عالم رضوی اسسٹنٹ پروفیسر پریزیڈینسی یونیورسٹی کلکتہ

مقدس مہینے کی آمد آمد ہے۔ پوری مسلم دنیا اس کا خیر مقدم کرنے کے لیے تیار ہے۔ مسجد و محراب کی رونقیں روز افزوں ہیں۔ کھانے پینے، سونے جاگنے، اور پہننے اوڑھنے غرض ہر چیز کے لیے خصوصی نظم کا مزاج بنایا جا رہا ہے۔ دراصل ماہ رمضان المبارک امت مسلمہ کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ کا خصوصی عطیہ ہے۔ کہ اس مبارک مہینے میں نزول قرآن کے ساتھ ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت بھی کیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان انعامات پر شکر بجالانے کے لیے پورے ایک ماہ تک روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ بخاری شریف کی مشہور روایت ہے کہ رمضان شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر شب جبریل امین کے ساتھ قرآن کریم کی مدارست کرتے، (كان يلقاه في كل ليلة من رمضان فيدارسه القرآن) یعنی ایک بار جبریل امین کو پڑھ کر سناتے اور دوسری بار ان سے سنتے۔ دوران رمضان درس قرآن کا یہ وہ سیشن ہے جو سید الانبیا اور سید الملائکہ علیہما السلام کے درمیان ہوتا۔ ان کے علاوہ کوئی اور شریک نہیں۔ خدا جانے اس بزم کی روحانیت کا کیا عالم ہوگا۔ مگر سوال یہ ہے کہ ایسا رمضان ہی میں کیوں ہوتا۔ ظاہر ہے رمضان کا رشتہ قرآن سے اتنا مضبوط اور مختلف الجہات ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ماہِ رمضان کا تعارف ہی نزول قرآن سے کرایا۔ (البقرۃ ۱۸۵) خدا کا شکر ہے کہ ہمارے معاشرے میں بھی رمضان شریف کے دوران تلاوت قرآن کریم کا مزاج پایا جاتا ہے۔ اور اسی مناسبت سے قرآن مقدس کے ہزاروں جہات میں سے ایک جہت ''حکمت'' کے حوالے سے چند سطریں رقم کی جاتی ہیں تاکہ ہمارے قارئین تلاوت قرآن کے ساتھ ساتھ حکمت قرآنی کی ان چند جہتوں کو بھی ذہن میں رکھیں۔

قرآن مجید اللہ تبارک و تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس کا اعلان ہے کہ قیامت تک سارے جہاں کے انسانوں کے لیے وہ ہدایت اور حکمت کی کتاب ہے۔ یہ کتاب ایک آخری ربانی وحی ہے، اس کے بعد کوئی آسمانی کتاب نازل نہیں ہوگی۔ یہ کتاب سارے زمانی و مکانی حالات میں بنی نوع انسان کے لیے ایک مکمل نظام بندگی و زندگی پیش کرتی ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کائنات کے اسرار و رموز اور انفس و آفاق میں موجود آیات و نشانیوں پر لوگوں کو فکر و تدبر کرنے اور عقل و خرد، نور بصیرت اور نگاہ عبرت کو استعمال کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

قرآن مجید وحی الٰہی ہے اور وہ اپنے برحق ہونے کی ایک دلیل یہ بھی بیان کرتا ہے کہ وہ کتاب حکمت ہے جو کائنات کے رازہائے سربستہ کو بیان کرتی ہے۔ یہ ایک ایسی کتاب حکمت ہے کہ اس کے بغیر مظاہر قدرت کی تشریح نہیں ہوسکتی۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے جو علم سائنس اور علم تاریخ دونوں کو صحیح سمت عطا کرتی ہے۔ اس لیے جو اس کے بغیر کائنات کے مطالعے کی کوشش کرے گا وہ تضاد بیانی اور اختلاف آراء کا شکار ہوگا۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر لوگوں کو تخلیقی و تکوینی عمل اور نظام کائنات پر غور و فکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ اسی کے ساتھ وہ انفس و آفاق اور زمین و آسمان کے نظام پر غور کر کے خدا کو یاد کرنے کی نصیحت کرتا ہے۔ ''اور تمہارا معبود ایک معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی، بڑی رحمت والا مہربان۔ بے شک آسمانوں اور زمیں کی پیدائش اور رات و دن کا بدلتے آنا اور کشتی کہ دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہے اور وہ جو اللہ نے آسمان سے

پانی اتار کر مردہ زمین کو جلا دیا اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کی گردش اور وہ بادل کہ آسمان و زمین کے بیچ میں حکم کا باندھا ہے، ان سب میں عقل مندوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں۔'' (البقرۃ،۲:۱۶۴) ان نشانیوں کا بیان ایک دوسری آیت میں اس طرح ہوا ہے: ''ابھی۔ ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کے آپے میں (انفس میں) یہاں تک ان پر کھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے۔ کیا تمہارے رب کا ہر چیز پر گواہ ہونا کافی نہیں۔ (حٰمٓ السجدۃ،۴۲:۵۳)۔ قرآن حکمت کی کتاب ہے۔ اس کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے: ''کتاب اتارنا ہے اللہ عزت وحکمت والے کی طرف سے۔ بے شک ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ اتاری تو اللہ کو پوجو خالص اس کے بندے ہوکر۔'' (الزمر،۳۹:۲-۱)۔ ایک دوسری آیت میں اس کو اس طرح بیان کیا گیا ہے: ''یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔ کیا لوگوں کو اس کا اچنبا ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک مرد کو وحی بھیجی کہ لوگوں کو ڈر سناؤ۔ اور ایمان والوں کو خوش خبری دو کہ ان کے لیے ان کے رب کے پاس سچ کا مقام ہے۔ کافر بولے یہ تو کھلا جادوگر ہے۔'' (یونس،۱۰:۲-۱) قرآن مجید میں ایک سورت ہے اس کا نام لقمان ہے۔ اس سورت کا آغاز یوں ہوتا ہے: ''یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔ ہدایت اور رحمت ہیں نیکوں کے لیے۔ وہ جو نماز قائم رکھیں اور زکوۃ دیں اور آخرت پر یقین لائیں۔ وہی اپنے رب کی ہدایت پر ہیں اور انھیں کا کام بنا۔ (وہی کامیاب ہیں) (لقمٰن،۳۱:۱-۵)۔

قرآن طبعیات اور مابعد الطبعیات کے حقائق کا انکار نہیں کرتا۔ اس لیے جو لوگ قرآن اور سائنس کے درمیان تضاد کی بات کرتے ہیں ان کو مندرجہ ذیل آیت پر غور وفکر کرنا چاہیے: ''ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کے آپے میں، یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے، کیا تمہارے رب کا ہر چیز پر گواہ ہونا کافی نہیں۔ سنو انہیں ضرور اپنے رب سے ملنے میں شک ہے، سنو وہ ہر چیز کو محیط ہے۔ (حٰمٓ السجدۃ،۴۱:۵۴-۵۳)۔ بہت سی قرآنی آیات میں اللہ تبارک وتعالی نے نظام فطرت کے مختلف پہلوؤں کو بیان فرمایا ہے اور ان پر غور و فکر کرنے کا حکم دیا ہے۔ ان میں جنینیات (علم الجنین)، موسمیات، ارضیات (علم طبقات ارض)، بحریات (بحری جغرافیہ) اور علم الافلاک کا خصوصی طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ اسی لیے قرآن کا یہ اعلان ہے کہ اس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے: ''اور ہم نے تم پر یہ کتاب اتاری کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور بشارت مسلمانوں کو۔'' (النحل،۱۶:۸۹)۔ قرآن عظیم کی حقانیت وصداقت کی روشن دلیل یہ ہے کہ اس میں نہ کوئی داخلی اور نہ ہی کوئی خارجی تضاد ہے۔ آبیات، جنینیات، ارضیات، تکوینیات (cosmology)، تاریخی واقعات وحقائق، پیشن گوئیوں اور دیگر مضامین کے ذکر میں قرآن مجید اور اب تک کی تحقیقات میں کوئی تضاد نہیں ملا ہے۔ اس کی وجہ بھی قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے۔ ''تو کیا غور (تدبر) نہیں کرتے قرآن میں، اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔'' (النساء،۴:۸۲)۔ موجودہ دور میں ہونے والی سائنسی تحقیقات اور اکتشافات اللہ تبارک وتعالی کی ربوبیت، الوہیت اور حاکمیت کا ثبوت اور اس کے وجود کا علم فراہم کرتی ہیں۔ اس کے باوجود سائنس داں یہ دعوی کرتے ہیں کہ نظام کائنات ایک فطری میکانیکی اور مشینی عمل کے تحت چل رہا ہے۔ جب کہ سائنس جس کائنات کا مطالعہ کرتی ہے وہ ایک اعلی درجہ کا منظّم کارخانہ ہے۔ یہ منظّم کائنات ایک نظام چلانے والے کے وجود کا پتہ دیتی ہے۔ اس کے باوجود جدید مفکرین نے اپنی دریافتوں اور تحقیقات کا رخ الحاد کی طرف موڑ دیا ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں کتابیں شائع ہوئی ہیں جن کے ذریعہ سائنس کے نام پر الحادی اور لادینی افکار کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مگر اہل اسلام کی طرف سے چند ہی قابل ذکر کوششوں کا نام لیا جا سکتا ہے جن میں قرآن مجید کے پیغام ہدایت وحکمت کی تبلیغ کی گئی ہے۔

اس لیے آج کے دور میں قرآن مجید کی ہدایت وحکمت کی معنویت اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔ علوم وفنون کے مختلف شعبہ جات میں ہونے والی

تحقیقات کی روشنی میں جس طرز فکر اور طرز زندگی کو پروان چڑھانے کی کوشش ہورہی ہے ان سے مذہب اور مذہبیت کو کئی طرح کے چیلنجز کا سامنا ہے۔ مغرب کی نشاۃ ثانیہ کی تحریک نے عقلیت اور انسانیت کے جو نظریات پیش کیے ہیں ان سے لادینیت، مذہب بیزاری، الحاد اور وجود باری تعالیٰ کے انکار پر مبنی فکر ونظر کو تقویت پہنچائی ہے۔ سائنس اور ٹکنالوجی کے میدان میں ہونی والی اکتشافات اور تحقیقات سے نظریۂ ارتقا، نظریۂ جبلت و فطرت اور نظریۂ جنسیت کو فروغ ملا۔ اس سے کچھ لوگ یہ استدلال کرنے لگے کہ سارا نظام کائنات فطرت کے ایک مشینی عمل کا نتیجہ ہے۔ اس فکر کے زیر اثر وہ یہ دعوی کرتے ہیں کہ حقائق اور واقعات کے پیچھے مادّی اسباب وعلل کی کارفرمائی ہے۔ اس لیے فطرت کے مادّی قوانین کے تحت ان کی بہتر توجیہ وتعلیل پیش کی جاسکتی ہے۔ فطری اور طبعی علوم کے میدان میں ان حاوی نظریات نے سماجی علوم کے افکار اور جہات کو متأثر کیا ہے۔ سماجی اور سیاسی مطالعات نے فرد و معاشرہ کے درمیان پائی جانے والے تعلقات کی نوعیت کی متعدد تعبیریں پیش کی ہیں۔ ان سب نے جہاں ہماری معاشرتی اور سیاسی زندگی کو متأثر کیا ہے وہیں عائلی زندگی کے نظام پر بھی اس کے گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ قومیت، نسل پرستی، وطنیت، اشتراکیت، سرمایہ دارانہ نظام، جمہوریت، آزادی، مساوات، سیکولرزم، دستوری نظام حکومت، قانون کی بالادستی، اقتدار اعلی، تہذیب وثقافت، علوم وفنون جیسے تصورت کے نئے معانی پیش کیے گئے ہیں۔ ان کی وجہ سے آج بہت سے لوگ ربانی اور روحانی ہدایت کو اپنا مقصد زندگی بنانے کی بجائے اس دنیا کی مادّی زندگی کو اپنی توجہ کا کرکز ومحور بنالیتے ہیں۔ نظریۂ ارتقا کے زیر اثر تخلیقی اور تکوینی عمل کی بجائے میکانیکی اور فطری عمل کو اپنی فکر ونظر کا نقطۂ ارتکاز بناتے ہیں۔ یہ فکر رفتہ رفتہ انسان کو لادینیت، الحاد اور خدا بیزاری کی راہ پر گامزن کردیتی ہے۔ اس میں وحی الٰہی کی جگہ عقل انسانی کو میر ساماں کا مقام دیا جاتا ہے۔ فطرت، جبلت اور جنسیت کے نظریات میں شریعت اور الٰہی نظام قانون کا کھلا انکار ہے۔ ان کی وجہ سے ایک فرد کی انفرادی اور معاشرتی زندگی متأثر ہوتی ہے۔ اس کی فکر پر لادینیت کا غلبہ ہوتا ہے۔ اور اس کے عمل پر انسانوں کے خود ساختہ قوانین کی بالادستی ہوتی ہے۔ ان حالات میں طرز فکر اور طرز عمل میں اصلاح کے لیے قرآن مجید کے پیغام ہدایت ورحمت اور بیان حکمت وموعظت کو عام کرنے کی شدید ضرورت ہے تاکہ مادّیت کے دلدل میں پھنسے انسان کو روحانیت کی دنیا میں زندگی کی سانس نصیب ہو۔ اس کے لیے ہم کو ہدایت یافتہ لوگوں کی راہ پر چلنا ہوگا اور ان کی صفات کو اپنانا ہوگا۔ تقوی، ایمان بالغیب، انفاق فی سبیل اللہ، ایمان بالکتاب، اور ایمان بالآخرۃ کی بدولت ہم کو ہدایت اور فلاح کی راہ مل سکتی ہے۔ اس کے لیے ہم کو قرآن کے حق تلاوت کو ادا کرنا ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالی ارشاد فرماتا ہے: ''جنھیں ہم نے کتاب دی ہے وہ جیسی چاہئے اس کی تلاوت کرتے ہیں، وہی اس پر ایمان رکھتے ہیں، اور جو اس کے منکر ہوں تو وہی زیاں کار ہیں۔'' (البقرۃ،۲:۱۲۱)۔ قرآن مجید کی ہدایت سے ہمیں اپنے ظاہر وباطن کو سنوارنا ہوگا۔ اس کی تعلیمات سے اپنی زندگی میں انقلاب برپا کرنا ہوگا۔ دوسروں کو دعوت دینے سے پہلے خود مضامین دعوت پر عمل کرنا ہوگا۔ ورنہ ہم اس آیت کریمہ کے مصداق بن جائیں گے۔ ''کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو، حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو، تو کیا تمھیں عقل نہیں۔'' (البقرۃ،۲:۴۴)۔ قرآن کو حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن کتاب (فرقان) مان کر آپسی اختلافات کو بھلانا ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالی فرماتا ہے: ''اور ہم نے تم پر یہ کتاب نہ اتاری مگر اس لیے کہ تم لوگوں پر روشن کردو جس بات میں اختلاف کریں اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لیے۔'' (النحل،۱۶:۶۴)۔ ''اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں، پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو، اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا۔ (النساء،۴:۵۹)

آخر میں ''پیغام شریعت'' کے پلیٹ فارم سے ہم اپنے قارئین کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں 'خصوصاً رمضان المبارک کے دوران' کہ تلاوت قرآن کریم کے ساتھ ساتھ پیغام قرآن پر بھی غور وتدبر کریں، اور فکری توانائیاں بروئے کار لاکر حکمت قرآنی کو سمجھنے کا جذبہ عام کریں۔

ضیائے قرآن

روزۂ رمضان اور فدیہ کا حکم

مفتی محمد قمر الحسن بستوی، ہیوسٹن

اسلام اپنے پیروکاروں کے لیے نرم اصول وضوابط کا داعی ہے۔ دوسرے مذاہب کی طرح اس میں جبر وتشدد کی راہ نہیں۔ کیوں کہ اسلامی احکام طبائع کے مطابق صادر ہوئے ہیں اور جہاں کوئی تنگی یا دشواری کا مرحلہ آیا وہاں آسانی کی راہیں کشادہ فرمادی گئی ہیں۔ تاکہ امت کو دشواری لاحق نہ ہو۔ اس کی مثالیں فقہ اسلامی میں موجود ہیں۔ زیر بحث موضوع بھی کچھ اسی طرح کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضاً اَوْعَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ اَيَّامٍ اُخَر ط وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَه فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ .فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْراً فَهُوَخَيْرٌلَّهٗ وَاَنْ تَصُوْمُوْاخَيْرٌلَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔(البقرہ آیت ۔۱۸۴) ترجمہ: تو تم جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں، اور جنھیں اس کی طاقت نہ ہو وہ بدلہ دیں ایک مسکین کا کھانا، پھر جو اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو وہ اس کے لیے بہتر ہے۔ اور روزہ رکھنا تمہارے لیے زیادہ بھلا ہے اگر تم جانو،،(کنزالایمان)

اس آیت کریمہ کی شان نزول بیان فرماتے ہوئے امام سیوطی علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا کہ:

’’ حضرت ابن سعد نے اپنی طبقات میں حضرت مجاہد سے روایت کرتے ہوئے نقل فرمایا کہ‘‘ یہ آیت قیس بن سائب کے مولیٰ کے بارے میں اتری کہ’’ جو روزے کی طاقت نہ رکھتے ہوں وہ ایک مسکین کا فدیہ دیں تو قیس بن سائب کے مولیٰ نے افطار کرلیا اور ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلایا‘‘ (لباب النقول فی اسباب النزول ص:۳۲۔ دارالبیان العربی الازہر)

اس آیت کریمہ کے بارے میں مفسرین نے متعدد اقوال نقل کیے ہیں۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور بعض کا خیال ہے کہ منسوخ نہیں ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمہ نے اس آیت کو تعلیقاً ذکر کر کے ابن ابویعلیٰ کا قول نقل کیا ہے کہ:

’’مجھ سے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ رمضان کا حکم نازل ہوا تو یہ لوگوں پر شاق گزرا۔ تو ہوتا یہ تھا کہ جو طاقت رکھتا وہ ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتا اور روزہ ترک کر دیتا۔ اور اس کو رخصت تھی پھر **وَاَنْ تَصُوْمُوْاخَيْرٌلَّكُمْ** (اور روزہ رکھنا تمہارے لیے زیادہ بھلا ہے) سے رخصت کا حکم ختم کر دیا گیا اور روزہ رکھنے کا حکم دے دیا گیا۔

مزید حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول نقل فرمایا کہ’’ آپ نے **فدية طعام مسكين** (بدلہ دیں ایک مسکین کا کھانا) پڑھا اور فرمایا کہ یہ منسوخ ہے‘‘(بخاری شریف کتاب الصوم۔ باب نمبر ۳۹۔ حدیث ۱۴۹۔ص:۳۴۲)

امام جلیل علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا: **وعلى الذين يطيقونه** (اور جنھیں اس کی طاقت نہ ہو) یہ منسوخ ہے۔ اس کو ایک قوم نے ذکر کیا ہے اور حضرت سلمہ، وابن عمر، معاذ رضی اللہ عنہم اجمعین کی حدیث سے استدلال کیا ہے اور یہی قول حضرت علقمہ، نخعی، حسن، شعبی، ابن شہاب کا بھی ہے‘‘(عمدۃ القاری ج:۱۱،ص:۵۷)

لیکن علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں بیان کیا کہ یہ منسوخ نہیں بلکہ فدیہ کا حکم اب بھی باقی ہے مگر ان بڑے بوڑھے مرد وعورت کے لیے جو روزے کی طاقت نہیں رکھتے: ان کے الفاظ یہ ہیں:’’**ليست بمنسوخة، هو الشيخ الكبير والمرأة الكبيرة لايستطيعان ان يصوما فيطعما مكان كل يوم مسكيناوهٰذاصحيح** ‘‘یہ (آیت) منسوخ نہیں ہے، وہ بوڑھے مرد وعورت ہیں جو روزہ نہیں رکھ سکتے تو ہر روز کی جگہ پر ایک مسکین کو کھانا کھلائیں اور یہ صحیح ہے،،(الجامع لاحکام القرآن الجزاء الثانی ص:۲۸۸)

اسی قول کی تائید علامہ عینی نے بھی کی ہے اور اکابر صحابہ وتابعین

کا قول نقل کیا ہے۔ بیان فرماتے ہیں کہ شیخ کبیر اور ضعیفہ جو روزہ نہ رکھ سکتے ہوں اور انھیں مشقت شدیدہ سے گزرنا پڑے تو وہ افطار کریں اور مسکین کو کھانا کھلائیں۔ اس کے قائلین میں حضرت علی، ابن عباس، ابو ہریرہ، انس، سعید بن جبر، طاؤس، ابو حنیفہ، ثوری، اوزاعی اور احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنھم ہیں۔(عمدۃ القاری ج:۱۱،ص:۶۷)

علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ نے ایک معتدل قول اختیار کیا جس سے آیت کا روحانی اثر باقی رہ گیا۔ وہ بیان فرماتے ہیں کہ:

''اکثر مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ الذین یطیقونہ سے مقیم صحت مند لوگ مراد ہیں۔ ابتدائے اسلام میں ان کو روزہ رکھنے اور افطار کرنے وفدیہ دینے کے درمیان اختیار دیا گیا تھا تا کہ ان لوگوں پر شاق نہ گزرے کیوں کہ ان کی روزہ رکھنے کی عادت نہ تھی۔ پھر تخییر منسوخ کر دی گئی اور عزیمت باقی رہ گئی۔(تفسیر روح البیان ج: اول ص:۲۹۳)

حافظ ابن کثیر دمشقی نے بیان کیا کہ روزے کے احکام میں بالتد ریج تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ جس طرح سے نماز میں تین تبدیلیاں ہوئی ہیں اسی طرح روزے میں بھی۔

(۱) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو ہر ماہ تین روزے رکھتے اور عاشورا کا روزہ رکھا کرتے۔ پھر رمضان کے روزے کے فرضیت اتاری گئی۔

(۲) رمضان کے روزے کے فرضیت کے بعد ابتدا میں یہ حکم تھا کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ نہ رکھ کر اس کے عوض فدیہ دے دے۔ پھر حکم الٰہی فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ (تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے ضرور روزے رکھے) اترا تو روزہ رکھنا ضروری قرار دی دیا گیا۔ مگر مسافر مریض اور عمر دراز کو مستثنیٰ کر دیا گیا۔

(۳) پھر یہ بھی تھا کہ غروب آفتاب کے بعد راتوں کو نیند سے قبل کھانا پینا اور جماع جائز تھا۔ مگر نیند کے بعد ممنوع تھا۔ اس پر بعض حضرات سے خلاف عمل ثابت ہوا پھر اس کی رخصت اتاری گئی۔ اور صبح صادق تک کھانے پینے اور بیویوں سے قربت کی اجازت دی گئی۔ (تلخیص از تفسیر ابن کثیر ج:۱،ص:۲۰۳)

ان تمام اقوال کی روشنی میں علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ کا قول تطبیق کے لیے کافی ہے کہ نسخ ہے بھی اور نہیں بھی ہے۔ تخییر (اختیار) منسوخ ہے اور عزیمت باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ اعلم۔

فدیہ کن لوگوں کے لیے ہے؟

اس مسئلے میں بھی علما کے درمیان اختلاف ہے بعض نے صرف شیخ فانی کے لیے فدیہ کو جائز رکھا ہے۔ بعض نے ان کے علاوہ حاملہ اور مرضعہ (وہ عورت جس کے پیٹ میں بچہ ہو یا وہ عورت جو بچے کو دودھ پلاتی) کے لیے بھی اس کو جائز ٹھہرایا ہے۔ یہاں ائمہ اربعہ کے اقوال نقل کیے جاتے ہیں۔

حنفیہ: علامہ قرطبی نے بیان کیا کہ حسن بصری، عطا بن ابی رباح، ضحاک، نخعی، زہری، ربیعہ، اوزاعی اور اصحاب الرئے (احناف) علیہم الرحمہ نے کہا ہے کہ حامل مرضع (حاملہ عورت اور دودھ بلانے والی) افطار کریں گے اور ان پر کھانا کھلانا نہیں ہے۔ جس طرح مریض کہ افطار کرتا ہے اور پھر اس کی قضا کرتا ہے۔ اس کو ابوعبید اور ابوثور نے بھی اپنایا ہے۔(قرطبی ج:۲،ص:۲۸۹)

امام رازی نے تفسیر کبیر میں بیان فرمایا:

امام ابوحنیفہ شیخ فانی اور حامل ومرضع میں فرق کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں بوڑھے پر قضا کرنا لازم نہیں اس پر فدیہ ہی لازم ہوگا۔ ہاں۔ حاملہ اور مرضعہ پر قضا لازم ہے۔ اگر ان پر فدیہ لازم کر دیا جائے تو دو بدل جمع ہو جائیں گے اور یہ جائز نہیں کہ قضا بھی بدل ہے اور فدیہ بھی بدل: (تفسیر کبیر الجزا الخامس ص:۲۴۸)

فقہ حنفی کی اہم ترین کتاب ھدایہ میں ہے:

'' حامل اور مرضع (حمل والی اور دودھ پلانے والی عورت) جب دونوں کو اپنی جان یا اپنی اولاد کی جان کا خوف ہو تو دونوں افطار کریں گی اور قضا کریں گی حرج کو دفع کرنے کے لیے اور ان دونوں پر کفارہ نہیں کیوں کہ ان کی یہ افطار عذر کی وجہ سے ہے۔ اور نہ ہی ان پر فدیہ ہے۔(ھدایۃ اولین ص:۲۲۲)

مالکیہ: حامل اور مرضع (حمل والی اور دودھ پلانے والی عورت) خواہ وہ لڑکے کی نسبی ماں ہو۔ یا غیر یعنی دودوھ پلانے والی (دایہ) جب ان کو مرض

کا خوف ہو یا مرض بڑھ جانے کا، چاہے یہ خوف خود اپنی ذات کا ہو یا اولاد کا یا صرف اپنی ذات کا یا صرف اولاد کا توان کے لیے افطار جائز ہے اوران دونوں پر قضا ہے۔اور حمل والے کے لیے فدیہ نہیں بخلاف مرضع کے۔لیکن جب دونوں یا حاملہ اور مرضع کو روزے کی وجہ سے ہلاکت کا ڈر ہو دونوں کو شدید نقصان کا یا دونوں کی اولاد کو شدید نقصان کا ڈر تو دونوں پر افطار واجب ہے۔(الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد اول ص:۵۴۰)

شافعیہ: حامل اور مرضع جب دونوں کو روزہ رکھنے سے ایسے نقصان کا خدشہ ہو جس کو وہ برداشت نہیں کر سکتے، خواہ یہ ڈر ان کا اپنے لیے ہو یا بچے کے لیے ساتھ ساتھ۔یا صرف ان کے اپنے لیے یا صرف بچے کے لیے توان پر افطار کرنا واجب ہے تینوں حالتوں میں ان پر قضا ہے۔اور آخری حالت (یعنی بچے کے نقصان شدید کا خدشہ ہو) میں قضا کے ساتھ فدیہ بھی ہے۔(ایضاص:۵۴۱)

حنبلیہ: حامل اور مرضع جب ان کو اپنی جان یا اپنے بچے کی جان یا صرف اپنی جان کے نقصان کا خدشہ ہو تو ان دونوں صورتوں میں ان پر قضا ہے فدیہ نہیں اور اگر بچے کی جان کے نقصان کا خدشہ ہو تو دونوں پر قضا بھی ہے اور فدیہ بھی۔(ایضاص ۵۴۱)

مذکورہ بالا اقوال کی روشنی میں ائمہ اربعہ کا نظریہ واضح ہوگیا۔ اور احناف کے نظریہ کی وضاحت بھی ہوگئی کہ فدیہ صرف شیخ فانی کے لیے رہے۔حاملہ اور مرضعہ کے لیے فدیہ نہیں بلکہ قضا ہے امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں:

"شیخ فانی کی عمر اسی یا نوے سال لکھی ہے۔اور حقیقۃً بنائے حکم اس کی حالت پر ہے۔اگر سو برس کا بوڑھا روزہ پر قادر ہے شیخ فانی نہیں اور اگر وہ ستر برس میں بوجہ ضعف بینہ بڑھاپے سے ایسا زار و نزار ہو جائے کہ روزہ کی طاقت نہ رہے تو شیخ فانی ہے۔غرض شیخ فانی وہ ہے جسے بڑھاپے نے ایسا ضعیف کر دیا ہو، اور جب اس ضعف کی علت بڑھاپا ہوگا تو اس کے زوال کی امید نہیں اسے روزے کی عوض فدیہ کا حکم ہے۔(فتاویٰ رضویہ جدید جلد۱۰ص:۵۴۹)

کیا شوگر اور بلڈ پریشر کے مریض فدیہ ادا کر سکتے ہیں؟

ہاں بعض علما نے دور حاضر کی بعض بیماریوں کو شیخ فانی کی ضعف و بڑھاپا پر قیاس کر کے ان بیماریوں کو جو زندگی کے ساتھ مزمن ہو جاتی ہیں جیسے ذیابطیس (شوگر) بلیڈ پریشر یا گھٹنوں کا درد وغیرہ کہ ان کو دواؤں سے کنٹرول تو کیا جاتا ہے مگر دوا کے چھوڑنے کی صورت میں ضرر شدید کا اندیشہ رہتا ہے کے لیے افطار کا حکم دیا ہے اور فدیہ ادا کرنے پر رضا ظاہر کی ہے۔مگر پھر بھی اگر زندگی میں کرم الٰہی سے یہ امراض شفایاب ہو جائیں تو قضا کرنا ہوگا اب صرف فدیہ کافی نہیں۔ اللہ تعالیٰ اعلم۔

فدیہ کی مقدار: کتب فقہ میں فدیہ کی مقدار کے متعلق سے قدیم پیمانوں کا ذکر ہے۔ امام اہل سنت نے فتاویٰ رضویہ میں اس کی مقدار بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"ایک روزہ یا ایک نماز کا فدیہ یا کفارہ میں ایک مسکین کی خوراک یا ایک شخص کا صدقۂ فطر یہ سب گیہوں سے نیم صاع (یعنی آدھا صاع) اور جو سے ایک صاع ہے ......(پھر ردالمحتار کے حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں)......صاع چار مُد ہے اور ہر مُد چالیس استار اور ہر استار ساڑھے چار مثقال تو ہر مد ایک سو اسی مثقال ہوا۔ اور مثقال ساڑھے چار ماشہ ہے،،(فتاویٰ رضویہ جدید۔حصہ ۱۰،ص:۵۲۵)

ہمارے علما کی تحقیق کے مطابق ایک صاع کا وزن ۴٫۰۹۰ کلو گرام ہے۔اور نصف صاع کا وزن ۲٫۰۴۵ گرام ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

تیسری قسط

احادیث کریمہ۔مشکلات اور حل

مولانا کوثر امام قادری

ازواج مطہرات کے دو گروپ اور قصۂ شہد:

بارگاہ رسالت میں باریابی اور خدمت سے سرفرازی کا سب سے زیادہ موقع جس کو ملا وہ ازواج مطہرات امہات المومنین کا محترم ومکرم طبقہ ہے۔ جو ۹ یا ۱۱ افراد قدسی صفات پر مشتمل تھا، سب کے دلوں میں عشق ووارفتگی کا چراغ روشن تھا، ہر ایک خدمت واطاعت میں جذبۂ مسابقت کا مظاہرہ کرتیں، سب کی یہ خواہش ہوتی کہ وہ زیادہ سے زیادہ باریابی کا وقت پائے اور ہر طرح کی خدمات پیش کر کے اللہ ورسول کی خوشنودی حاصل کرے۔

طبائع انسانی کا مختلف ہونا بدیہی چیز ہے، چند لوگ موجود ہوں تو ایسا نہیں کہ سب کی طبیعت یکساں ہوں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سب کی طبیعت الگ الگ ہوتی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بعض طبیعت بعض دوسرے کی طبیعت سے میل کھاتی ہے۔ اسی طبیعت کے اختلاف واتحاد کے سبب گروپ بندی وجود میں آتی ہے۔ طبیعت، خیالات، نظریات کے اتفاق وافتراق پارٹیوں اور ٹولیوں کا جنم دیتے ہیں۔

مردوں کے بہ نسبت عورتوں کے مزاج میں یہ چیز کچھ زیادہ ہی پائی جاتی ہے، مرد تو صبر وتحمل کو بروئے کار لا کر مختلف طبیعت ومزاج کو برداشت کر بھی لیتا ہے، لیکن عورتیں اس سلسلے میں بڑی کمزور واقع ہوئی ہیں۔ تھوڑی سی بھی طبیعت کی خلاف ورزی ہوئی ان کا مزاج بگڑ جاتا ہے۔

عورتوں کی طبیعت وتقاضائے نسوانیت میں سے یہ بھی ہے کہ وہ سب کچھ برداشت کر لیتی ہیں لیکن شوقن کو برداشت کرنا ان کے لیے کسی پہاڑ سے کم نہیں ہوتا اس کا تجربہ ان بہادر لوگوں کو خوب ہے۔ جو ایک سے زیادہ زندگی کی پرخار وادیوں کا سفر طے کر رہے ہیں۔

عورت بحیثیت عورت خواہ کسی عہدے پر فائز ہو جائے بشری ونسوانی تقاضوں سے الگ نہیں ہوسکتی، بشری تقاضے اسے گناہوں پر ابھارتے ہیں اور وہ ہرنا کردنی کر گزرتی ہے مگر وہ جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھنا چاہے! وہ خواتین جنھیں حریم نبوت میں خدمت کا شرف حاصل ہوا، رب تعالیٰ نے ان پر خصوصی فضل فرمایا کہ وہ دیگر نسوانی صفات ذمیمہ سے محفوظ رہیں اور ان کا ہر اٹھنے والا قدم اطاعت الٰہی، حب رسول، اور خوشنودی مصطفیٰ کے حصول کے لیے اٹھا۔ وہ گناہوں سے معصوم تو نہ تھیں مگر بفضل الٰہی کبائر سے ضرور محفوظ تھیں۔

تاہم ازواج مطہرات کا یہ طبقہ اختلاف طبائع کے بنا پر دو گروپ میں منقسم تھا۔ ایک گروپ۔ حضرت عائشہ، حضرت سودہ، اور حضرت صفیہ تھیں جب کہ دوسرے گروپ میں حضرت زینب بنت جحش اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہم تھیں، یہ دونوں طبقے شرف خدمت میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لیے ہر لمحہ تیار رہتے اور ان کی نگاہیں اس پر بھی لگی رہتی کہ کس کو زیادہ خدمت کا موقع مل رہا ہے۔

اسی جذبۂ مسابقت اور نسوانی تقاضے کے تحت شہد والا قصہ وجود میں آیا جس کے مشکلات کے حل کی طرف توجہ مقصود ہے۔ تو پہلے اس سلسلے کی روایتیں ملاحظہ کریں۔

عن عائشة رضي الله عنهاقالت ان النبي ﷺ كان يمكث عندزينب بنت جحش رضى الله عنها فيشرف عندهاعسلاقالت فتو اطيت اناو حفصة ان ايتنامادخل عليهاالنبى ﷺ فلتقل انى اجدمنك ريح مغافيرم اكلت مغافيرقدخل على احدلهمافقالت ذالک له فقال بل شربت عسلاعند زينب بنت جحش ولن اعودله فنزل لم تحرم مااحل الله لک (مسلم باب وجوب الکفارہ علی من حرم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ زینب بنت جحش کے پاس ٹھہر کر شہد پیتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے اور حفصہ نے مل کر فیصلہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی رسول اللہ ﷺ تشریف لائیں وہ یہ کہے کہ مجھے آپ

سے مغافیر (ایک قسم کا گوند جس کی مہک آپ کو ناپسند تھی) کی بو آ رہی ہے، کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ ہم میں سے کسی ایک کے پاس آئے اور اس نے آپ سے ایسا ہی کہا آپ نے فرمایا۔ نہیں میں نے زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا ہے اور دوبارہ اس کو نہیں پیوں گا۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی **لم تحرم مااحل الله لک.**

اس روایت سے پتہ چلا کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنھا کے پاس حضور نے شہد نوش فرمایا اور حیلہ کرنے والی ازواج میں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ تھیں جب کہ دوسری رویت اس کے برخلاف ہے وہ روایت کافی طویل ہے اس لیے صرف ترجمہ پر اکتفا کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حلوہ اور شہد پسند فرماتے تھے، عصر کی نماز کے بعد اپنی ازواج مطہرات کے پاس جاتے تھے، ایک دن آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان کے پاس معمول سے زیادہ ٹھہرے میں نے اس کی وجہ پوچھی، مجھے بتلایا گیا کہ حفصہ کی قوم کی ایک عورت نے انھیں شہد بھیجا اور حفصہ نے رسول اللہ ﷺ کو شہد کا شربت پلایا تھا۔ میں نے سوچا خدا کی قسم ہم کوئی تدبیر کریں گے، میں نے اس بات کا حضرت سودہ سے ذکر کیا اور کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ تمہارے پاس آئیں اور تمہارے قریب ہوں تو تم کہنا یا رسول اللہ! کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ فرمائیں گے نہیں، پھر تم کہنا یہ بو کیسی ہے؟ اور رسول اللہ ﷺ کو یہ بات سخت ناپسند تھی کہ آپ سے بو آئے۔ آپ یہ کہیں گے کہ مجھے حضرت حفصہ نے شہد کا شربت پلایا تھا! تم کہنا شاید ان شہد کی مکھیوں نے درخت عسر فط کا رس چوسا ہوگا، میں بھی یہ کہوں گی اور اے صفیہ تم بھی یہ کہنا۔

جب آپ حضرت سودہ کے پاس آئے تو حضرت سودہ کہتی ہیں کہ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے (تمہارے ڈر سے) میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں وہی بات کہوں جو تم نے مجھے بتائی تھی، ابھی آپ دروازے پر تھے کہ حضرت سودہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں، حضرت سودہ نے کہا پھر یہ بو کیسی آ رہی ہے؟ آپ نے فرمایا حفصہ نے مجھے شہد کا شربت پلایا تھا۔ حضرت سودہ نے کہا شاید اس شہد کی مکھیوں نے عرفط کے درخت کو چوسا ہوگا پھر آپ جب میرے پاس آئے تو میں نے بھی یہی کہا، پھر جب آپ صفیہ کے پاس گئے تو انہوں نے بھی یہی کہا پھر جب آپ حفصہ کے پس گئے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں آپ کو شہد نہ پلاؤں؟ آپ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضرت سودہ نے کہا بخدا ہم نے آپ پر شہد حرام کر دیا (یعنی اس کے استعمال سے روک دیا) میں نے ان سے کہا چپ کی رہو۔ (مسلم شریف)

اشکال وحل

قصۂ شہد کی روایت حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، ان سے دو اصحاب نے کچھ اختلاف کے ساتھ روایت کی ہے، اول عبید بن عمیر نے، ان کی روایت میں ہے کہ حضرت زینب بنت جحش کے پاس حضور نے شہد نوش فرمایا۔ دوم عروہ ابن زبیر نے، ان کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ کے پاس شہد نوش فرمایا تھا۔ اسی طرح یہ دونوں رواتیں باہم متعارض ہوگئیں، یہ ہوئی پہلی مشکل، اب دوسری مشکل یہ ہے کہ ازواج مطہرات نے یہ حیلہ کیوں کیا؟ اور کیا ان کی شایان شان تھا ایسا کرنا؟

پہلے اشکال کا حل یہ ہے کہ دونوں روایتوں میں ایک راجح ہے اور دوسری مرجوح ہے حضرت عبید بن عمیر کی روایت راجح ہے جس کے حسب ذیل وجوہات ہیں۔

(۱) عبید بن عمیر کی سند اقوی ہے، اس سند کو امام نسائی علامہ نووی، ابن حجر نے راجح قرار دیا ہے۔

(۲) عبید بن عمیر کی روایت حضرت عمر اور حضرت ابن عباس کی روایات کے موافق ہے جن میں بصراحت موجود ہے کہ یہ کاروائی کرنے والی حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ تھیں تو ظاہر ہوا کہ آپ نے حضرت حفصہ کے پاس شہد نوش نہیں فرمایا تھا، ورنہ یہ کاروائی میں کیوں شامل ہوئیں۔

(۳) عبید کی روایت میں دو کا ذکر ہے جنھوں نے کاروائی کی

تھی اور قرآن شریف میں صیغۂ تثنیہ کے ساتھ اس کا ذکر ہوا یعنی ان **تظاھرا علیه** گویا الفاظ قرآنی ابی عبید کی روایت کی تائید کر رہے ہیں جبکہ ہشام عن ابیہ کی روایت میں کاروائی کرنے والیوں میں تین کا ذکر ہے۔

(۴) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ازواج مطہرات کی دو جماعتیں تھیں ایک میں حضرت عائشہ، حضرت سودہ، حضرت حفصہ اور حضرت صفیہ تھیں جب کہ دوسرے گروہ میں حضرت زینب بنت جحش اور حضرت ام سلمہ تھیں (بخاری شریف ج اول ۳۵۱) مذکورہ قرائن وتواحد کی بنیاد پر علامہ فیاض عیاض، علامہ قرطبیسی، حضرت علامہ نووی کی تحقیق جب کہ عبید بن عمیر کی روایت راجح ہے اور ہشام عن ابیہ کی روایت مرجوح ہے۔ شرح مسلم نووی ج اول ۴۷۹) اس کے بعد دوسری مشکل یہ ہے کہ اس طرح کا حیلہ کرنا درست نہیں ہے پھر ازواج مطہرات نے ایسا کیوں کیا اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح کی چیزیں عورتوں کی غیرت طبعی کے سبب پیدا ہوتی ہیں۔ امہات المومنین بہرحال نسوانی وبشری تقاضے سے پاک نہ تھیں لہٰذا غیرت طبعی کے سبب یہ گناہ صغیرہ ان سے صادر ہوا جس کا کفارہ ان کی پرخلوص عبادتیں ہیں۔ حضرت علامہ سعیدی نے ایک جواب یہ بھی دیا کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی محبت میں اس قدر ڈوب گئی تھیں کہ اس حیلہ کے عدم جواز کی طرف متوجہ نہ ہو سکیں۔ (شرح مسلم سعیدی ج ۳، ۱۰۵۴)

مردہ بولتا ہے:

انتقال کے بعد جو زندگی ملتی ہے اسے حیات برزخی کا نام دیتے ہیں یعنی پردے کی زندگی، اس زندگی سے متصف انسان دنیوی زندگی کی طرح سنتا، بولتا، اپنے بیگانے کو پہچانتا ہے۔

عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنه ان صحابیا ضرب خباء ہ علی قبر و ھو لا یحسب انه قبر فاذا فیه انسان یقرأ سورة" تبارک الذی بیدہ الملک" حتیٰ ختمھا فقال رسول اللہ ﷺ ھی المانعه ھی المنجية تنجیه من عذاب القبر (ترمزی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک صحابی نے ایک قبر پر اپنا خیمہ لگایا اور انھیں پتہ نہیں تھا کہ وہاں قبر ہے۔ قبر میں ایک آدمی سورۃ تبارک الذی کی تلاوت کر رہا تھا یہاں تک کہ اس نے پوری سورۃ کی تلاوت کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ روکنے والی ہے وہ نجات دینے والی ہے عذاب قبر سے بچاتی ہے۔

عن انس بن مالک رضی الله عنه یقول قال النبی ﷺ ان اعمالکم تعرض علی اقاربکم وعشائرکم من الاموات فان کان خیرا استبشروابه وان کان غیر ذالک قالوا اللھم لا تمتھم حتیٰ تھدیھم کما ھدیتنا (مسند احمد ج ۱۶۴۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا بیشک تمہارے اعمال تمہارے میرے ہوئے اعزا ورشتہ داروں کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ اعمال اچھے ہیں تو اس پر وہ خوش ہوتے ہیں اور اگر برے ہیں تو دعا کرتے ہیں اے اللہ انھیں اس وقت تک موت نہ دے جب تک انھیں ہدایت نہ دیدے جیسا کہ ہم لوگوں کو ہدایت دی ہے۔

یہ اور اس طرح کی سیکڑوں احادیث وآثار اور آیات قرانیہ سے واضح ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی بندہ عام لوگوں کی طرح سنتا، بولتا ہے لیکن اس ثابت شدہ حقیقت کے خلاف حسب ذیل حدیث پیش کی جاتی ہے جس سے عام آدمی الجھن کا شکار ہو جاتا ہے جبکہ اس تشریح وتوضیح کر دی جائے تو کسی قسم کا کوئی الجھاؤ ہی پیدا نہ ہو۔

عن ابی طلحة رضی اللہ عنه ان النبی ﷺ امر یوم بدر باربعة وعشرین رجلا من صنادید قریش فقذفوا فی طوی من اطواء بدر خبیث مخبث وکان اذا ظھر علی قوم اقام بالعرصة ثلث لیل فلما کان ببدر الیوم الثالث امر براحلة فشد علیھا رحلھا ثم مشی وتبعه اصحابه وقالوا ما نریٰ ینطلق الیه لبعض حاجته حتیٰ قام علی شفة الرکی فجعل ینادیھم باسمائھم واسماء ابائھم یافلان بن فلان ویافلان بن فلان ایسرکم انکم اطعتم اللہ ورسوله فانا قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا فھل وجدتم ما وعد ربکم حقا. قال فقال عمر رضی اللہ عنه یارسول الله ما تکلم من اجسادا.

لاارواح لهافقال رسول الله ﷺ والذی نفس محمد بیده ماانتم باسمع لمااقول منهم قال قتادہ احیاهم الله حتیٰ اسمعهم قوله توبیخاو تصغیرًا و نقمةً و حسرتاًو ندماً.
(صحیح البخاری باب قتل ابی جہل) حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مروی رسول کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم روز بدر قریش کے چوبیس سر برآوردہ افراد کی لاشوں کو بدر کے کنوؤں میں سے ایک گندے پلید کنویں میں پھنکوادیا حضور کا طریقہ یہ تھا کہ جب کسی قوم پر فتحیاب ہوتے تو میدان میں تین دن قیام فرماتے جب بدر کا تیسرا دن تھا تو سواری مبارک پر کجاوہ کسوایا پھر چلے، صحابہ نے ہم رکابی کی اور کہا ہمارا خیال یہی ہے کہ اپنے کسی کام سے تشریف لے جارہے ہیں یہاں تک کہ کنویں کے سرے پر ٹھہر کر ان کا اوران کے آبا کا نام لے لے کرائے فلاں بن فلاں اورائے فلاں بن فلاں کہہ کر پکارنے لگے فرمایا اس سے تمہیں خوشی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول اللہ کا حکم تم نے مانا ہوتا، ہم نے تو حق پایا وہ جس کا ہمارے رب نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا۔ کیا تم نے اس کو ثابت کیا یا جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا ان جسموں سے کلام فرمارہے ہیں جن میں جان نہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد کی جان ہے میری بات تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبیخ، تذلیل، کلفت، حسرت وندامت کے لیے انھیں حیات دے کر حضور کا کلام سنوایا۔

کفار کی لاشوں سے خطاب کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا موجود نہ تھیں۔ بعد میں انھیں یہ واقعہ بتایا گیا۔ تو آپ نے اپنی اجتہاد سے روایت کے الفاظ میں تصحیح کے ارادے سے یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عمر پر رحم فرمائے۔ حضور نے یہ جملہ نہیں فرمایا بلکہ یسمعون کے بجائے یعلمون فرمایا ہے۔

بعض لوگوں نے اسی کلمہ یعلمون کا سہارا لے کر یہ مشکل پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سماع موتی کی قائل نہ تھیں جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ مردے سنتے نہیں ہیں۔

اگر اسے تسلیم کرلیا جائے تو دونوں قسم کی حدیثوں میں تعارض ہوجائے گا نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا جو موقف ہے اس کی بھی مخالفت لازم آئے گی اس لیے حضرت صدیقہ کا یسمعون کی جگہ یعلمون فرمانے کی صحیح توضیح پیش کی جارہی ہے۔

یہاں چند نکات بیان کرتا ہوں جن کا محفوظ رکھنا ضروری ہے تا کہ آئندہ کی بحثوں کو سمجھنا آسان ہوجائے۔

(۱) موت۔ روح اور جسم میں جدائی کا نام موت ہے۔

(۲) روح کی موت۔ روح نہ فنا ہوتی ہے اور نہ ہی مٹتی ہے وہ وقت تخلیق سے باقی ہے اور جب تک مشیت الٰہی ہوگی باقی رہے گی، روح کی موت کا مطلب اس کا جسم سے الگ ہونا ہے چنانچہ قرآن شریف میں فرمایا گیا **کنتم امواتا فاحیاکم** تم سب پہلے میت تھے یعنی تمہاری روحیں جسم سے الگ تھیں اور معلوم ہے کہ بزم توحید الٰہی میں ان سے خطاب ہوا اورانہوں نے ساعت کیا اور جواب دیا یعنی روح کی موت کا مطلب جسم سے جدا ہونا ہے اور بس ورنہ تو وہ حالت میت میں بھی نہ بولتی اور نہ سنتی اور نہ سمجھتی ہے۔

(۳) جسم کی موت، روح جب تک جسم میں ہے جسم زندہ ہے اور جسم سے روح نکل جائے جسم کی موت ہے بغیر روح کے جسم بولنے، سننے، سمجھنے وحرکت کرنے سے قاصر اور سڑنے دگلنے کے قابل ہے۔

(۴) سماعت وعدم سماعت۔ فقہائے اسلام کی عبارتوں میں جہاں یہ ملتا ہے کہ مردہ بولتا ہے، سنتا ہے اس سے مراد مردے کی روح بولتی اور سنتی ہے اور جہاں یہ ملتا ہے کہ مردہ بولتا نہیں اس سے مراد مردے کا جسم بلا روح نہ بولنا اور نہ سننا ہے۔

(۵) روح کی واپسی۔ مسلمان اور منافق کے جسم سے روح نکلتی ہے پھر وقت سوالات نکیرین جسم میں لوٹا دی جاتی ہے جبکہ کفار سے سوالات ہی نہیں تو پھر جسم میں لوٹانے کا کوئی مطلب بھی نہیں۔

اب اس کے بعد مذکورہ حدیث کی مختصر سی توضیح اوراس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کی حسین تعبیر وتفہیم ملاحظہ کریں۔ امام احمد رضا محدث بریلوی فرماتے ہیں:

حدیث مذکور نص صریح ہے کہ ان کافروں نے گوش بدن ہی سے سنا کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ حضور کیا کلام

فرماتے ہیں ان بدنوں سے جن میں روح نہیں؟

اسی کے جواب میں ارشاد ہوا کہ خدا کی قسم تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ تو صاف ثابت ہوا کہ سماع جسمانی ہی واقع ہوا۔ مگر جب کہ روح کا جسم سے فراق یقیناً معلوم اور بے عود حیات، سماع جسم خالی قطعا معدوم، توان کافروں کے لیے تین دن بعد پھر عود زندگی ماننے سے چارہ نہیں، اور ہر ظاہر کہ یہ امر عموما نہیں ہوتا، ناچار بالخصوص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اعجاز سے ان ملاعنہ کو زیارت حسرت وندامت وعذاب واذیت ہونے کے لیے واقع ہوا کہ روح وبدن دونوں کا اشتراک تنہا روح کے ادراک سے اشد وسخت تر ہے۔ لہٰذا قتادہ نے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی حسرت وتوبیخ وتذلیل کے لیے اعادہ حیات فرما کر سنوایا۔ (فتاویٰ رضویہ جدید جلد:۹،۸۹۶)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

وہ جو فرما رہی ہیں حق فرما رہی ہیں۔ وہ مردوں کے سننے کا انکار فرماتی ہیں مردے کون ہیں؟ جسم۔ روح مردہ نہیں اور بیشک جسم نہیں سنتا، سنتی روح ہے۔ اوراس کی دلیل یہ ہے کہ جب ام المومنین کے حضور میں سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی گئی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ما انتم باسمع منھم تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں۔ ام المومنین نے فرمایا اللہ تعالیٰ رحم فرمائے امیر المومنین پر۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے یہ نہیں ارشاد فرمایا بلکہ فرمایا انھم لیعلمون بیشک وہ جانتے ہیں، امیر المومنین کو سہو ہوا انھوں نے فرمایا ما انتم باسمع منھم۔ تو خود ام المومنین مردوں کو علم کا اقرار فرماتی ہیں۔ سماع سے بیشک انکار فرماتی ہیں اور وہ بھی اس کے ان معنوں سے جو عرف میں شائع ہیں۔ روح کو جسم مثالی دیا جاتا ہے اس جسم کے کانوں سے سنتی ہے۔ پھر ام المومنین کا ان آیتوں سے استدلال اور بھی اس کو ظاہر کر رہا ہے۔ انک لاتسمع الموتیٰ اور وما انت بمسمع من في القبور۔ موتی کون ہیں اجسام، قبور میں کون ہیں وہی اجسام، تو پھر اجسام ہی کے سننے سے انکار ہوا اور وہ یقیناً حق ہے۔ خود ام المومنین کا طرز عمل سماع موتی کو ثابت کر رہا ہے، فرماتی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میرے حجرے میں دفن ہوئے میں بغیر چادر اوڑھے بے حجابانہ حاضر ہوئی اور کہتی انما ھوزوجی میرے شوہر ہی تو ہیں۔ پھر میرے باپ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دفن ہوئے جب بھی میں بغیر احتیاط کے چلی جاتی اور کہتی انما ھوزوجی وابی۔ میرے شوہر اور میرے باپ ہی تو ہیں۔ پھر جب حضرت عمر دفن ہوئے تو میں نہایت احتیاط کے ساتھ چادر سے لپٹی ہوئی حاضر ہوتی اس طرح کہ کوئی عضو کھلا نہ رہے۔ حیاءً من عمر کے کیا معنی۔ (الملفوظ حصہ سوم ۳۵۔۳۶)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۵۴ کا) ...... ہندوستان کی مختلف ریاستوں اور بیرون ملک میں کئی مقامات پر دائمی تربیتی سینٹر کا انعقاد کیا گیا ہے جہاں سے سال بھر اُمت محمدیہ کی تعلیم وتربیت اور فلاح و بہبود کے کام انجام دیئے جاتے ہیں۔ ہندوستان میں عالمی مرکز اسماعیل حبیب مسجد ممبئی، ممبئی کے مختلف علاقوں، بھیونڈی، آمود گجرات، مہاپولی، اجمیر شریف، حیدرآباد، گلبر گہ، بنگلور، مالیگاؤں، املنیر، جے پور، پونا، پیپل گاؤں، خلدآباد، اورنگ آباد، ہبلی اور کئی ریاستوں میں اس طرز کی کلاسیس کا انعقاد کیا جاتا ہے جبکہ بیرون ملک پریسٹن، بولٹن، بلیک برن، کنیڈا، یوکے، دبئی اور بہت سے ممالک میں اعلیٰ پیمانے پر ان کلاسیس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ملک بھر میں جاری اس قسم کی سرگرمیوں اور مفید سلسلوں میں عالمگیر تحریک سنّی دعوت اسلامی سے وابستہ کوالیفائڈ، باصلاحیت، علمی وعملی زندگی میں کامیاب افراد، ڈاکٹرس، انجینیئرس اور اعلیٰ تعلیم یافتہ مبلغین درس وتربیت اور رہ نمائی کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ سنّی دعوت اسلامی کے اس منصوبے کے ذریعے آسانی کے ساتھ اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں اور ٹیکنکل اور ریسرچ کے کام میں مصروف لوگوں میں مذہب اسلام کی دعوت پہنچنے لگی ہے اور عمائدین میں مذہبی بیداری پیدا ہو رہی ہے۔ سنّی دعوت اسلامی کے متحرک وفعال شعبہ ''ادارہ معارف اسلامی'' کی جانب سے قوم مسلم کی تعلیم و تربیت کے لیے باقاعدہ تربیتی نصاب بھی (بنام اسلامیات دو حصوں میں) تیار ہو چکا ہے۔ تعطیلِ کلاں میں منعقد ہونے والی کلاسیس میں ضروریات زندگی کے مسائل پر بھی توجہ دی جاتی ہے۔☆

روزہ کے اہم اور ضروری مسائل

از۔ مفتی محمد عالمگیر رضوی مصباحی

باسمہ تعالیٰ وتقدس

سوال :۔صوم کے لغوی وشرعی معنی کیا ہیں؟

جواب ۔صوم کا لغوی معنی امساک یعنی رکنے کے ہیں کھانے پینے، چلنے پھرنے، بات چیت کسی چیز سے رکنا قرآن مجید میں ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوماً فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا۔(مریم ۲۶)

میں نے اللہ کے لیے روزے کی منت مانی ہے آج کسی انسان سے بات نہیں کرونگی ۔ بات چیت سے رکنے کو صوم کہا اور یہ روزہ ان کی شریعت میں مشروع تھا۔عرب والے اس گھوڑے کو جو چارہ نہ کھائے یا اڑ جائے خیل صیام کہتے ہیں۔

شریعت میں صبح صادق طلوع ہونے سے لیکر آفتاب ڈوبنے تک عبادت کی نیت سے کھانے پینے ،جماع اور جماع کے ملحقات سے رکنے کو صوم کہتے ہیں (نزہۃ القاری ج۵ص۶ کتاب الصوم)

سوال :۔روزہ کب فرض ہوا؟

جواب: دوسری ہجری کے دس شعبان کو رمضان کا روزہ فرض ہوا، اس طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نو سال رمضان کا روزہ رکھا، اس سے پہلے عاشورہ کا روزہ فرض تھا۔ پھر جب یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی تو یہ منسوخ ہوگیا اور رمضان کا فرض ہوگیا: فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔(سورہ بقرہ)

سوال :۔حدیث شریف میں روزے کی فضیلت کیا آئی ہے؟

جواب : حدیث شریف میں روزے کی فضیلت بہت آئی ہے جیسا کہ ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے: ہر نیکی دس گنے سے لیکر سات سو گنے تک ہے روزہ میرے لیے ہے اور میں اس کی جزا دوں گا اور روزہ جہنم سے ڈھال ہے، اور روزہ دار کے منھ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ خوشبودار ہے اور کوئی جاہل جہالت کرے اور وہ روزہ دار ہو تو کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں، اور جیسا کہ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے قیامت کے دن اس دروازے سے صرف روزے دار داخل ہونگے۔

سوال :۔سحری کے بغیر روزہ رکھنا کیسا ہے؟

جواب: سحری کے بغیر روزہ رکھنا جائز ہے مگر مستحب یہ ہے کہ سحری کھا کر روزہ رہے کہ حدیث شریف میں اس کی بہت فضیلتیں آئی ہیں۔ طبرانی اوسط میں اور ابن حبان صحیح میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔ اور امام احمد حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار اقدس ﷺ نے فرمایا سحری کل کی برکت ہے اسے نہ چھوڑنا اگر چہ ایک گھونٹ پانی ہی پی لے اس لیے سحری کھانے والوں پر اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔(بحوالہ فتاویٰ فیض الرسول ج اول ص۵۱۳)

سوال :۔ کیا روزہ کی نیت رات سے کرنا ضروری ہے؟ اگر کسی نے دس بجے دن تک کچھ کھایا پیا نہیں اور اس وقت روزہ کی نیت کر لی تو اس کا روزہ ہوگا یا نہیں؟

جواب : ادائے رمضان کا روزہ اور نذر معین ونفلی روزہ کی نیت رات سے کرنا ضروری نہیں اگر ضحوۂ کبریٰ یعنی دو پہر سے پہلے نیت کر لی تب بھی یہ روزے ہو جائیں گے اور ان تینوں روزوں کے علاوہ قضائے رمضان نذر غیر معین اور نفل کی قضا وغیرہ کے روزوں کی نیت عین اجالا شروع ہونے کے وقت یا رات میں کرنا ضروری ہے ان میں کسی روزے کی نیت اگر دس بجے دن میں کی تو وہ روزہ نہ ہوا ۔فتاویٰ

عالمگیری جلد اول مصری ص ۱۳۳۸ میں ہے: **جاز صوم رمضان و النذر المعین والنفل بنیة ذالک الیوم او بنیة مطلق الصوم او بنیة النفل من اللیل الیٰ ما قبل نصف النهار وهو المذکور فی الجامع الصغیر** اور ایسا ہی درمختار میں بھی ہے (بحوالہ فتاویٰ فیض الرسول جلد اول ص ۵۱۲)

سوال:۔اذان شروع ہو تو روزہ افطار کریں یا اذان کے بعد؟

جواب: سورج ڈوبنے کے بعد بلا تاخیر فوراً افطار کریں، اذان کا انتظار نہ کریں اور جو لوگ اذان سے غروب آفتاب پر مطلع ہوتے ہیں انھیں چاہیے کہ اذان ہوتے ہی فوراً افطار کریں ختم اذان تک افطار کو مؤخر نہ کریں۔(فتاویٰ فیض الرسول ج ا ص ۵۱۲)

سوال: دعائے افطار افطار کے بعد پڑھی جائے یا پہلے عندالتحقیق کیا ہے؟

جواب: عندالتحقیق دعائے افطار بعد افطار ہی پڑھی جائے۔فی الواقع اس کا محل بعد افطار ہونا حدیث پاک سے ثابت ہے جیسا کہ حضرت معاذ بن زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: **قال ان النبی ﷺ کان اذا افطر قال اللهم لک صمت وعلی رزقک افطرت رواه ابو داؤد.** (مشکوۃ ج اول ص ۱۷۵)

حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقاۃ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں:(**کان اذا افطر قال**) **ای دعا وقال ابن المالک ای قرأ بعد الافطار**،،اھ(ج ۲ص ۵۱۴)

اور مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: فی الواقع اس کا محل بعد افطار ہے(فتاویٰ رضویہ ج ۴ص ۶۵۱)

نیز لکھتے ہیں: مقتضائے دلیل یہ ہے کہ یہ دعا روزہ افطار کر کے پڑھے اھ(فتاویٰ رضویہ ج ۴ص ۶۵۳ العروس المطار فی زمن دعوۃ الافطار)

بہر صورت دعائے افطار بعد افطار ہی پڑھی جائے قبل افطار نہ پڑھی جائے، یہی عطر تحقیق ہے۔

سوال:۔اذان ہوتی ہے تو افطار کب کریں؟

جواب: افطار میں تعجیل مستحب ہے حدیث شریف میں ہے: **قال رسول اللهﷺ قال عز وجل ان احب عبادی الی اعجلهم فطراً.** یعنی میرے بندوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو افطار میں جلدی کرتا ہے اھ(ترمذی شریف ج اص ۱۵۰)

لہٰذا جب سورج ڈوبنے کا یقین ہو جائے تو فوراً افطار کر لے تاخیر نہ کرے۔ اور جو لوگ اذان کی آواز سن کر وقت افطار پر مطلع ہوتے ہیں انھیں بھی چاہیے کہ اذان شروع ہوتے ہی فوراً افطار کر لیں ختم اذان تک انتظار نہ کریں۔مگر افطار کر کے اذان مکمل ہونے تک کھانا پینا موقوف رکھیں اور کلمات اذان کا جواب دیں۔

افطار کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ قبل اذان ہی افطار کر لے اور اگر اذان شروع ہو جائے تو تھوڑا کھا یا پی کر ٹھہر جائے کہ اذان کے وقت حکم ہے کہ جب اذان ہو تو اتنی دیر کے لیے سلام، کلام، تمام اشغال موقوف کر دے یہاں تک کہ قرآن مجید کی تلاوت میں اذان کی آواز آئے تو روک دے اور اذان کا خاموشی سے جواب دے۔(درمختار جلد اول ص ۳۹۶) اور ایسا ہی فتاویٰ عالمگیری کتاب الاذان میں ہے(فتاویٰ مرکز تربیت افتاء ج ۸ص ۳۴)

سوال:۔ ماہ رمضان المبارک میں حائضہ عورت روزہ رکھنے کے لئے اگر مانع حیض دوا کا استعمال کرے تا کہ دم حیض منقطع ہو جائے اور اس کا روزہ قضا نہ ہو تو اس کا یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟ نیز اس صورت میں روزہ رکھنا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: اس کا روزہ رکھنا صحیح ہے کیونکہ دم حیض کا آنا ہی مانع صوم تھا، ہدایہ باب الحیض والاستحاضۃ میں ہے۔ **والحیض یسقط عن الحائض الصلاة ویحرم علیها الصوم اه** (ص ۶۳ ج ۱) بلکہ جب دوا کھانے سے حیض کا خون بند ہو گیا تو اس پر روزہ رکھنا فرض ہو گیا اب اگر روزہ نہ رکھے گی تو سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوگی۔ البتہ اس کا یہ فعل ممنوع ہے کیونکہ حیض کے خون کا روک لینا صحت کے لیے بہت مضر ہے، اور اس سے بہت سی بیماریوں کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے(فتاویٰ مرکز تربیت افتاء ج ۱۱ص ۳۵)

سوال:۔روزہ کے اوقات میں منجن اور گل کرنا کیسا ہے؟

جواب: روزہ کے اوقات میں منجن اور گل کرنے کی چند صورتیں ہیں انہی کے لحاظ سے احکام کی تفصیل ہے (۱) اگر اس طرح (حالت صوم میں) منجن اور گل کا استعمال ہو کہ دانتوں تلے دبا کر رکھیں تو لعاب کے ساتھ ان کے ذرات زیر حلق اتر جائیں گے جیسے تمبا کو کھانے میں ہوتا

ہے اس صورت میں منجن اور گل کا استعمال مفسد صوم ہے جو لوگ روزہ میں ایسا کرتے ہیں ان پر قضا و کفارہ دونوں لازم ہے (۲) اگر اس طرح استعمال ہو کہ منجن اور گل دانتوں پر لگا کر دس پانچ منٹ چھوڑ دیں بعد میں کلی کریں تو اس دس پانچ منٹ کے وقفہ میں گمان غالب یہی ہے کہ منجن اور گل کے اجزاء لعاب کے ساتھ زیر حلق اتریں گے اور روزہ فاسد ہوگا ایسا کرنے والوں پر صرف قضا واجب ہے (۳) عام طریقۂ استعمال یہ ہے کہ پہلے دانتوں پر منجن اور گل ملتے ہیں پھر کلی کر لیتے ہیں اس صورت میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ منجن اور گل کے اجزاء حلق تک پہنچ جاتے ہیں اور زیر حلق اترنے اور روزہ ٹوٹنے کا احتمال ہوتا ہے اس لئے روزہ کی حالت میں اس طریقہ استعمال کی بھی سخت ممانعت ہے عوام ہوں یا خواص ہرگز ہرگز اسے عمل میں نہ لائیں یہی حکم دوسرے منجنوں کا بھی ہے بلکہ روزہ میں صرف مسواک کا استعمال کیا جائے جو مسنون بھی ہے اور مفاسد سے مامون بھی (بحوالہ پانچواں فقہی سیمنار بمقام دھرول گجرات) اور **کرہ ذوق شیء ومضغه بلاعذر** کی فقہی عبارت بھی اس پر نص ہے۔

سوال : روزہ کی حالت میں انہیلر کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب : روزے کی حالت میں انہیلر کا استعمال حرام و گناہ و مفسد صوم ہے جو چیزیں روزے دار کے معدہ میں داخل ہوتی ہیں تین طرح کی ہیں اول وہ ہیں جن سے کسی وقت روزہ دار کو احتراز ممکن نہیں جیسے ہوا۔ دوم وہ جن سے کبھی کبھی سابقہ ہر شخص کو پڑتا ہے اور اس سے کلی طور پر احتراز ممکن نہیں جیسے غبار و دخان کا داخل ہونا کہ کسی نہ کسی طرح انسان کو ان سے قرب کی حاجت ضرور ہے اور انسان کے لیے اس سے احتراز ممکن نہیں ہے۔ سوم وہ جن سے ہمیشہ تحرز کر سکتا ہے جیسے جماع وطعام وشراب اور انہیں میں دخان وغبار کا بالقصد داخل کرنا ہے۔ اور اسی کی مثل روزہ کی حالت میں انہیلر کا استعمال بھی ہے۔ اول اور ثانی مفسد صوم نہیں اور ثالث ضرور مفسد صوم ہے اس لیے کہ یہ تو اپنا فعل ہے انسان اس میں مجبور محض نہیں۔ درمختار میں ہے: **مفاده انه لو ادخل حلقه الدخان افطر ای دخان كان ولو عودا اوعنبرا لو ذاكرا لامكان التحرز عنه فليتنبه له** اھ.

اسی کے تحت ردالمحتار میں ہے: **ای بأي صورة كان الادخال حتى لو تبخر فاواه الى نفسه اشتمه ذاكر الصومه افطر لا مكان التحرز عنه وهذا مما يفعل عنه كثير من الناس.**

(ج ۲ ص ۳۹۵) (فتاویٰ مرکز تربیت افتاء بریلی شریف ص ۳۶۰)

سوال :۔ زید تین برس کے تینوں رمضان کے مہینوں میں جان بوجھ کر بحالت روزہ عورت سے جماع کر لیا اب زید اپنے گناہوں پر نادم و پشیماں ہے لہٰذا ایک کفارہ سب کی طرف سے کافی ہوگا یا نہیں؟

جواب : اگر زید نے تین برس کے تینوں رمضان کے دن میں جان بوجھ کر بحالت روزہ عورت سے جماع کر لیا تو اس پر تینوں جرائم کے بدلے تین لازم ہیں۔ بحرالرائق میں ہے: **لو جامع فی رمضانین فعليه كفارتان وان لم يكفر للاولیٰ فی ظاهر الرواية وهو الصحيح** اھ (ج ۲ ص ۲۷۷) ہر کفارہ کے لیے ساٹھ روزے پے در پے کفارہ کے رکھے اور ایک روزہ قضا کا رکھے اسی طرح کل ایک سو تراسی روزے رکھے اگر روزے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو ایک سو تراسی مساکین کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا ان کو صدقۂ فطر کی مقدار اناج یعنی ۲ کلو ۴۷ گرام گیہوں یا اس کا دام دے۔ (فتاویٰ مرکز تربیت افتاء ج ۱۲)

سوال :۔ زید نے سعودیہ میں چاند دیکھ کر روزہ رکھا پھر ہندوستان آیا تو یہاں انتیس کا چاند نہ ہوا تو کیا زید پر یہاں تیس کا روزہ رکھنا واجب ہے جب کہ اس کا اکتیسواں روزہ ہوگا؟

جواب : زید پر تمام مسلمانوں کی طرح روزہ رکھنا واجب ہے کہ یہاں ''شھو دِ شھر'' یعنی ماہ رمضان کا پایا جانا متحقق ہے اور جو ماہ رمضان کو پائے اسے روزہ رکھنے کا حکم ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ** اھ (پ ۲ سورہ بقرہ آیت ۱۸۵) اس کی نظیر یہ ہے کہ کسی نے رمضان المبارک یا عید کا چاند دیکھا مگر اس کی گواہی کسی وجہ شرعی سے رد کر دی گئی مثلاً فاسق ہے یا عید کا چاند اس نے تنہا دیکھا تو اسے حکم ہے کہ روزہ رکھے اگر چہ وہ عید کا چاند دیکھ چکا ہے یا بادشاہ اسلام نے خود عید کا چاند دیکھا مگر تنہا اسی نے دیکھا تو اسے بھی جائز نہیں کہ دوسرے روز افطار کرے بلکہ تمام مسلمانوں کے ساتھ اس پر بھی روزہ رکھنا واجب ہے۔ اور ایسا ہی فتاویٰ ہندیہ باب الصوم ج ۱ ص ۱۹۸ پر ہے (فتاویٰ مرکز تربیت افتاء ج ۹ ص ۲۷)

سوال :۔ ہوائی جہاز پر افطار کب کرے؟ کیا اپنے شہر کے برابر جہاز پہنچ جائے تو شہر کے وقت کے اعتبار سے افطار کرنا صحیح ہے؟ جبکہ سورج جہاز پر رہنے کی وجہ سے دکھائی دیتا ہے؟

جواب: سورج کے تمام وکمال ڈوبنے کا یقین ہونے پر افطار کا حکم ہے اور دن کا اطلاق شرعی صبح صادق سے سورج ڈوبنے تک ہوتا ہے اور سورج ڈوبنے کا اعتبار اسی جگہ کا ہوگا جہاں روزہ دار ہے ۔تو جب ہوائی جہاز پر سفر کرنے والے کو سورج نظر آرہا ہے تو شہر کے برابر پہنچنے پر اس شہر کے وقت کے اعتبار سے افطار کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں کہ اس کے حق میں سورج ابھی ڈوبا ہی نہیں لہٰذا اس پر لازم ہے کہ جب اوپر کے اعتبار سے سورج ڈوبنے کا یقین ہوجائے تب افطار کرے۔

سوال :۔ ماہ رمضان کی راتوں میں بیوی سے ہمبستری کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب : جائز ہے جیسا کہ قرآن مجید پارہ دوم رکوع ۷ میں ہے۔ **أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ.**

سوال: زید نے حالت جنابت میں روزہ رکھا تو کیا روزہ ہوا؟

جواب : حالت جنابت ناپاکی میں روزہ ادا ہوگیا البتہ زید نماز نہ پڑھنے کے سبب سخت گنہگار ہوا (فتاویٰ عالمگیری ج ا ص ۱۸۳) (فتاویٰ فیض الرسول ج ا ص ۵۱۴)

سوال :۔ ماہ رمضان میں لوگ کھلم کھلا کھاتے گھومتے رہتے ہیں اور روزہ کا کوئی لحاظ نہیں کرتے ان کے لیے شرعی کیا حکم ہے؟

جواب : ایسے لوگ جو کہ ماہ رمضان کے دنوں میں علانیہ قصداً بلا عذر کھاتے ہیں ظالم وجفا کار سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہیں بادشاہ اسلام کو حکم ہے کہ ایسے لوگوں کو قتل کر دے درمختار جلد دوم ص ۱۱۰ میں ہے: اور جہاں بادشاہ اسلام نہ ہو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے لوگوں پر سختی کریں اور ان کا بائیکاٹ کریں، ورنہ وہ بھی گنہگار رہوں گے (فتاویٰ فیض الرسول جلد ا ص ۳۱۵)

سوال :۔ رمضان میں سحری کے لیے کئی کئی گھنٹے لاؤڈ سپیکر چلانا کیسا ہے؟

جواب : جہاں رمضان المبارک میں جو یہ طریقہ رائج ہے کہ سحری کے لیے کئی کئی گھنٹہ پہلے سے تیز آواز والے لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ لوگوں کو جگایا جاتا ہے اور نعتیں یا تقریریں سنائی جاتی ہیں غیر مناسب ہیں اگر واقعی مریضوں اور سونے والوں کو تکلیف ہو تو ایسا کرنا نا جائز ہے۔ ([فتاوی مرکز تربیت افتاء ۲۸/۱۸)

سوال :۔ اپنے شہر میں چاند نظر نہیں آیا تو دوسرے شہر سے چاند کی تصدیق لانا واجب ہے یا فرض ہے یا سنت یا مستحب؟

جواب : دوسرے شہر سے چاند کا ثبوت شرعی حاصل کرنا نہ فرض ہے نہ واجب، نہ سنت لیکن جائز ومباح ضرور ہے کہ اس سے ممانعت نہیں فرمائی گئی فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ ''جب اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو یہ خبر ملی کہ شاہ جہاں پور میں چاند کی رویت ہوگئی ہے تو آپ نے ایک معتمد ثقہ کو وہاں تصدیق کے لیے بھیجا، تو اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ اگر قرب وجوار میں کہیں رویت ہوگئی ہو تو وہاں چاند کی تصدیق کے لیے بھیجا جا سکتا ہے (ج ۴ ص ۵۵۷)

سوال :۔ کس صورت میں تھوک نگلنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب : دوسرے کا تھوک نگلنے سے یا اپنا ہی تھوک ہاتھ پر لینے کے بعد نگلنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری مصری جلد اول ص ۱۹۰ میں ہے: **لو ابتلع بزاق غيره فسد صومه كذا في المحيط وان ابتلع بزاق نفسه من يده فسد صومه كذا في الوجيز للكردري ۔**

سوال: حالت روزہ میں انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

جواب : تحقیق یہ ہے کہ انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا، چاہے رگ میں لگایا جائے چاہے گوشت میں۔ کیونکہ اس کے بارے میں ضابطہ کلیہ یہ ہے کہ جماع اور اس کے ملحقات کے علاوہ روزہ کو توڑنے والی صرف وہ دوا اور غذا ہے جو مسامات اور رگوں کے علاوہ کسی منفذ سے صرف دماغ یا پیٹ میں پہنچے، درمختار مع شامی جلد دوم ص ۱۰۸ میں ہے: **الضابط وصول ما به صلاح بدنه لجوفه.** ردالمحتار میں ہے: **الذى ذكره المحققون أن معنى المفطر وصول ما فيه صلاح البدن الى الجوف اعم من كونه غذاء او دواء.** اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر ص ۱۹۱ میں ہے: **اكثر المشائخ علىٰ أن العبرة للوصول الى الجوف والدماغ** ۔(فتاویٰ فیض الرسول ج ا ص ۵۱۷)

محمد عالمگیر رضوی مصباحی استاذ ومفتی دارالعلوم اسحاقیہ جودھپور

☆☆☆

زکاۃ سے متعلق شرعی مسائل

مفتی فضل احمد مصباحی، بنارس

کسی کوقرض دیا اس رقم کی زکاۃ کون ادا کرے؟

سوال (۱) کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زیدکارخانہ چلاتا ہے۔مارکیٹ میں جس سے آرڈر لاتا ہے اس کے پاس زید کے پانچ لاکھ روپے ہیں۔وہ دیتا نہیں ہے۔اور کب دے گا اس کا کوئی معین وقت نہیں ہے۔اس صورت میں کیا زید اس رقم کی زکاۃ دے گا؟ اوراگرنہیں دیتا ہے تو کیا گناہ کا مرتکب ہوگا؟ اسی طرح اگرزیدکاروپیہ پارٹی کے پاس پھنسا تھا اب پانچ سال بعدوہ رقم مل گئی اب کیا زکاۃ پانچوں سال کی دے گا یا جب اس کو ملا اوراس پر حولان حول گزرگیا؟ بکرکا کہنا ہے کہ وہ تو پارٹی کے پاس جمع رقم ہے جیسے کہ بینک میں تو ہر سال اس کی زکاۃ نکالنی چاہئے۔زید کہتا ہے کہ میرے پاس نہیں ہے اوراس مال پر میرا قبضہ نہیں ہے صرف اس سے ایک امید وابستہ ہوتی ہے۔تو اس کی زکاۃ کیوں نکالوں۔صورت مسئولہ کی تمام صورتوں کو مدنظر رکھ کر جواب شافی سے نوازیں اورعنداللہ ماجورہوں۔

جواب(۱)صورت سوال سے ظاہر یہی ہے کہ زید کے پانچ لاکھ روپے آرڈ دینے والے کے پاس مال تجارت کے ثمن ہیں اور یہ دین ،دین قوی کہلاتا ہے۔دین قوی کی زکوٰۃ بحالت دین ہی سال بسال واجب ہوتی رہے گی ،مگر واجب الادا اس وقت ہے جب نصاب کا پانچواں حصہ وصول ہوجائے اور جتنا وصول ہوااتنے ہی کی واجب الادا ہے یعنی چالیس روپے وصول ہوئے توایک روپیہ اوراسی روپے وصول ہوئے تو دوروپے دیناواجب ہوگا۔درمختار میں ہے۔

الدیون عند الامام ثلثة قوی، متوسط، ضعیف، فتجب زكوٰة تهما اذاتم نصاباً(بنفسه او بماعنده ممايتم به)وحال الحول(ای ولو قبل قبضه في القوی او متوسط لكن لافوار ابل عندقبض اربعين درهما من القوى كقرض وبدل مال تجارة فكلما قبض اربعين درهماً يلزمه درھم.،،(درمختار کتاب الزکوٰۃ ج:اص:۱۳۶)

ترجمہ:امام اعظم کے نزدیک دیون کی تین اقسام ہیں (۱) قوی (۲)متوسط(۳)ضعیف۔تو دیون پرزکوٰۃ واجب ہوتی ہے بشرطیکہ وہ خودیامالک کے پاس موجودہ مال سے ملکرنصاب کوپہنچیں اوران پرسال گزرجائے اگرچہ قوی اورمتوسط میں قبضہ سے پہلے ہولیکن فوری ادائیگی واجب نہیں ہوتی بلکہ قوی میں چالیس درہم کے قبضہ کے وقت ایک درہم واجب ہوگا جیسا کہ قرض اور بدل مال تجارت میں ہوتا ہے توجب بھی چالیس درہم پرقبضہ ہوگاایک درہم کی ادائیگی واجب ہوگی۔

یوں ہی زید کی جورقم پارٹی کے پاس رہ گئی اس رقم کا بھی بدل مال تجارت ہونا ظاہر ہے اورحکم وہی ہے کہ رقم وصول ہونے کے بعد پچھلے پانچ سالوں کی زکوٰۃ بھی واجب ہوگی۔بکرکا قول صحیح ہے کہ یہ رقم بھی بینک میں جمع شدہ رقم کی طرح دین قوی ہے اورزکوٰۃ کے باب میں اس کا حکم بھی بینک میں جمع شدہ رقم پرزکوٰۃ کی طرح ہے،جبکہ زید خطاپر ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

نصاب زکاۃ کےعلاوہ مال نہیں توزکاۃ کیسے اداکرے؟

سوال (۲) کیافرماتے ہیں مفتی شرع اس مسئلہ میں کہ ناصر کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی ہے اور ماہانہ آمدنی اتنی ہے کہ وہ بمشکل اپنی ضروریات زندگی پوری کرتا ہے۔بسااوقات قرض میں بھی گھرا رہتا ہے۔اس صورت میں زکاۃ نکالنے کے لیے ناصر کیا کرے۔اسی طرح اس کے پاس جمع رقم قدر نصاب تھی،سال بھی پورے ہوچکے تھے۔اچانک علاج ومعالجہ میں خرچ ہوگئے،اب زکاۃ کیسےادا کرے؟ کتاب وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

جواب (۲) جب وہ ساڑھے باون تولہ چاندی کا مالک ہے اوراس پرحولان حول ہوگیا توزکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہے اورادا نہ کرنے کی وجہ سے وہ گنہگاراورمردودالشہادۃ قرار پائے گا۔احادیث

مبارکہ میں زکوٰۃ نہ دینے والوں کے لیے سخت وعیدیں آئی ہیں۔البتہ جس سال وہ مقروض ہوجائے اور کوئی مال اس چاندی کے علاوہ اس کے پاس نہ ہو تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔یوں ہی جب مال بقدر نصاب پر سال گزر گیا اور زکوٰۃ واجب الادا ہوچکی اور اب تک ادا نہ کی پھر اس نے علاج ومعالجہ یا کسی اور کام میں صرف کرڈالا تو جس قدر زکوٰۃ سال کے تمام ہونے پر واجب ہوئی تھی اس سے ایک حبہ کم نہ ہوگا۔زکوٰۃ اس کے ذمہ بدستور قرض ہے۔فتاویٰ سراجیہ میں ہے۔**لو استھلک النصاب لایسقط.**

اگر نصاب کو کسی نے ہلاک کردیا تو زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی۔(فتاویٰ سراجیہ ص۲۵)ہندیہ میں ہے۔**فی روایتہ الجامع یضمن قدرالزکوٰۃ وھوالاصح**،،۔(عالمگیری ج:اص:۱۷۱)روایت جامع میں ہے کہ مقدار زکوٰۃ کا ضامن ہوگا۔اور یہی اصح ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

بینک انٹرسٹ پر زکاۃ کا مسئلہ

(۳) کیا فرماتے ہیں قاضی شرع اس مسئلے میں کہ زید نے دس سال کے لیے ایک لاکھ روپیہ بینک میں جمع کرائے ہیں،تین سال سے پہلے بینک سے رقم واپس نہیں لے سکتا اور دس سال بعد اسے ڈیڑھ لاکھ روپیہ ملیں گے تو اس رقم پر زکاۃ ہے یا نہیں؟اور کب ادا کرے ابھی سے ہر سال یا ملنے کے بعد؟اور زکاۃ کتنی رقم کی نکالے؟عمر کہتا ہے کہ چوں کہ ڈیڑھ لاکھ روپے ملیں گے تو ڈیڑھ کے حساب سے زکاۃ دینی ہوگی۔جبکہ زید کا دوست کہتا ہے کہ پچاس ہزار تو بینک انٹریسٹ کی صورت میں دے رہا ہے۔تو ایک ہی کی نکالے۔

جواب (۳) زید نے بینک میں جو رقم جمع کی وہ بینک میں بطور امانت ہے یا قرض اور بہر صورت جمع شدہ رقم کی زکوٰۃ سال بسال واجب ہوگی مگر ادا ئیگی اس وقت واجب ہوگی جب نصاب کا پانچواں حصہ قبضہ میں آجائے۔اور جو رقم بینک سے نفع کے طور پر لے اس پر زکوٰ اس وقت واجب ہوگی جب وہ زید کے قبضہ میں آجائے کہ قبضہ سے پہلے وہ زید کی ملک نہیں اور لیجر بک میں اندراج قبضہ نہیں نہ وہاں اخذ بالبراجم ہے اور نہ ہی تخلیہ لہٰذا قبضہ سے پہلے اس رقم کی زکوٰۃ بھی واجب نہیں۔عمر کا قول مطلقاً صحیح نہیں،جبکہ زید کے دوست کا قول بایں معنی صحیح ہے کہ فی الفور وجوب زکوٰۃ ایک لاکھ کی رقم پر ہے،منفعت کی رقم پر نہیں۔اور رقم قبضہ میں آنے کے بعد سالہائے ماسبق کی زکوٰۃ صرف اصل جمع شدہ رقم پر ہوگی منفعت پر نہیں۔منفعت پر زکوٰۃ قبضہ کے بعد ہی ہوگی۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا وظیفے کی رقم پر زکاۃ ہے؟

سوال (۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ بکر ایک یونیورسٹی کا طالب علم ہے حکومت ہند سے بطور وظیفہ پچیس ہزار روپے ماہانہ ملتے ہیں اخراجات سے بچے ہوئے روپے پر کیا زکاۃ واجب ہے؟ بکر کہتا ہے کہ نصاب زکاۃ میں چاندی اور سونے کا ذکر ہے اور وہ میرے پاس نہیں ہیں،اور نہ ہی اس رقم سے میں نصاب زکاۃ بھر چاندی یا سونا خرید سکتا ہوں تو زکاۃ کی کوئی صورت نہیں بنتی ہے۔وضاحت فرمائیں۔

جواب (۴) بکر کا کہنا صحیح ہے کہ اسے جو وظیفہ کی رقم ملتی ہے اگر ضروریات میں صرف کرنے کے بعد اتنی رقم بچی رہے کہ وہ ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی میں سے کسی ایک کی قیمت کو پہنچ جائے تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔درمختار میں ہے۔**نصاب الذھب عشرون متقالاً والفضة مائتا درھم.** (درمختار ج:۷،ص:۶۸ مکتبہ شاملہ)ترجمہ۔سونے کا نصاب بیس مثقال ہے اور چاندی کا دوسو درہم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فلیٹ کرایہ پر دیا زکاۃ فلیٹ کی مالیت پر یا کرایہ پر؟

سوال (۵) کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے پچاس لاکھ میں ایک فلیٹ خریدنے کی بات کی تھی پیسے ڈیلر کے حوالے کردیئے تھے۔اب دو سال گزر گئے فلیٹ پر قبضہ نہیں ملا تو کیا اس صورت میں اس جمع شدہ رقم پر زکاۃ واجب ہے؟نیز ایک اور فلیٹ اس نے خرید رکھا ہے اس کی قیمت تیس لاکھ روپے ہے۔اس فلیٹ کو کرایہ پر دے رکھا ہے مجموعی آمدنی دولاکھ سالانہ ہے۔لیکن کرایہ دار ہر مہینے ۱۶۶۶۷ روپے دیتا ہے اب زکاۃ نکالنے کے لیے مجموعی رقم کا اعتبار کیا جائے یا ہر مہینے کی آمدنی پر حولان حول گزرے تو زکاۃ نکالے۔وضاحت فرمائیں۔

جواب (۵) فلیٹ کی خریداری مکمل ہونے کے بعد زید نے ثمن

کے طور پر دولا کھ ادا کر دیئے تو اس فلیٹ کا مالک زید ہے اور رقم کا مالک بائع۔ زید اس رقم کا مالک نہیں لہٰذا زکوٰۃ اس رقم کی زید پر نہیں بلکہ بائع پرواجب ہے۔ فلیٹ پر فی الفور قبضہ کانہ ملنا مانع بیع نہیں ہے اور جو فلیٹ زید نے خرید کر کرایہ پر دیا ہے تو زکوٰۃ کرایہ کی رقم پر واجب ہوگی۔ اور عقد اجارہ چونکہ یوماً فیوماً منعقد ہوتا ہے اس لیے ہر ماہ کے کرایہ کی رقم کا اعتبار ہوگا پہلے ماہ کے بعد جب دوسرے ماہ کی رقم ملے گی وہ مقدار نصاب کا مالک ہو جائے گا اور اسی وقت سے حولان حول کا اعتبار ہوگا۔ اور پھر سال پورا ہونے پر اس کے پاس جو رقم مجموعی طور پر ہوگی ان سب کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ درمختار میں ہے۔

المستفاد ولو بهبة وسط الحول يضم الىٰ نصاب من جنسه فيز كيه بحول الاصل،،۔ (درمختار ج:۱ص:۱۳۳)

ترجمہ: سال کے وسط میں جو بھی مال حاصل ہوا گرہبہ ہی سے کیوں نہ ہوا سے اس کے ہم جنس نصاب میں شامل کیا جائے گا تو اصل مال پر حولان حول کے حساب سے زکوٰۃ کی ادائیگی کرے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مال تجارت پر ٹیکس ادا کرتا ہے کیا پھر بھی زکاۃ دے گا؟

(٦) کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ فیاض کے پاس ایک فیکٹری ہے اس میں اس نے پچاس لاکھ انویسٹ کر رکھا ہے، لاگت اور منافع جوڑ کر حکومت ہند کو ٹیکس کی صورت میں ادا کرتا ہے زکاۃ نکالنے کو کہا جاتا ہے تو کہتا میں تو ہر سال ٹیکس دیتا ہی ہوں پھر زکاۃ بھی نکالوں! فیاض کے لیے حکم شرع کیا ہے؟ نیز چار گاڑی، ۵۰ ہزار کا موبائل اور ایک لاکھ کا ٹیب لیٹ بھی ہے کیا اس پر بھی زکاۃ ہے؟ جواب دے کر شکریہ کا موقع دیں۔

جواب (٦) فیاض نے جو رقم فیکڑی میں لگا رکھی ہے اس پر سال مکمل ہونے پر زکوٰۃ واجب ہوگی ٹیکس کوئی شرعی چیز نہیں، صرف ایک قانونی مجبوری ہے۔ اس سے زکوٰۃ جو دفع حاجت فقیر کے لیے شرعاً واجب ہے ساقط نہ ہوگی۔ فیاض کا یہ خیال شیطانی وسوسہ ہے۔ سچے دل سے توبہ کرے اور اپنے دل سے ان برے خیالات کو نکالے اور حکم شرعی پر عمل کرے اور گاڑی، موبائل، لیپ ٹاپ اگر اپنے استعمال کے لیے ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ ردالمحتار میں ہے۔ **(وفارغ عن حاجته الاصلية) لان المشغول بها كالمعدوم وفسره ابن ملك بمايدفع عنه الهلاك تحقيقاً كثيابه او تقديراً كدينه.**

ترجمہ: مصنف کا یہ قول کہ وجوب زکوٰۃ کے لیے مال کا حاجت اصلیہ سے فارغ ہونا ضروری ہے اس لیے کہ اگر حاجت سے زائد نہ ہو تو وہ مال معدوم کے منزل میں ہے اور ابن ملک نے اس کی تفسیر بیان کی کہ حاجت اصلیہ کے تحت وہ مال ہے جس کے بغیر آدمی تحقیقاً ہلاک ہو جائے جیسے استعمال کے کپڑے یا حکماً اور تقدیراً ہلاک ہو جائے جیسے دین جو اس پر واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مال کی واجب الادا قیمت پر زکاۃ ہے یا نہیں؟

سوال (۷) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید نے کرایہ پر دینے غرض سے ایک فلیٹ پچاس ہزار ڈالر میں خریدا اور پانچ ہزار ڈالر ادا کر کے بائع کے ساتھ بیع کے کاغذات پر دستخط کر دیے۔ زید کے پاس فلیٹ کے ثمن کی بقیہ رقم 45 ہزار ڈالر موجود ہے لیکن وہ اسے رمضان شریف کے بعد ادا کرنا چاہتا ہے، اور بائع فلیٹ پر قبضہ اس وقت دے گا جب زید پوری رقم ادا کر دے۔ زید ہر رمضان میں اپنی زکاۃ کا حساب کرتا ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا زید کے پاس موجود 45 ہزار ڈالر کی زکاۃ واجب ہوگی؟ یا پھر فلیٹ کے حساب میں جو رقم اس کے اوپر واجب الادا ہے اس میں منہا ہو جائے گی۔ بینوا وتوجروا۔ مستفتی: زکریا میمن ہیوسٹن

الجواب: (۷) صورت مسئولہ میں زید نے جو فلیٹ خریدا وہ اس کا مالک ہو گیا اور 45 ہزار ڈالر کی رقم فلیٹ کے ثمن کے طور پر زید کے ذمہ دین ہے اور زید اتنی رقم کا مدیون ہے، اور یہ دین چونکہ دین قوی ہے لہٰذا اس کی زکاۃ دائن یعنی فلیٹ فروخت کرنے والے کے ذمہ ہے، زید کے ذمہ نہیں۔ زید اتنی رقم وضع کر کے اپنی زکاۃ نکالے، اور زید جب فلیٹ کرایہ پر دے گا تو کرایہ کی آمدنی پر زکاۃ واجب ہوگی۔ اور جب تک بائع کو پوری رقم نہیں مل جاتی اسے حبس مبیع (فلیٹ پر قبضہ نہ دینے) کا پورا حق حاصل ہے۔ کمافی الہدایہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر فضل احمد مصباحی بنارس

شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے تیرہویں فقہی سیمینار کے فیصلے

شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کا تیرہواں فقہی سیمینار گزشتہ ۲۱،۲۲،۲۳؍رجب ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۹،۳۰؍اپریل اور یکم مئی کو دھرول گجرات میں منعقد ہوا۔ جس کی سرپرستی حضور تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری مدظلہ العالی اور حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ العالی نے فرمائی۔ یہ فقہی سیمینار دارالعلوم انوار مصطفیٰ رضا، دھرول گجرات میں منعقد ہوا جس کا اہتمام امین شریعت ایجوکیشن ٹرسٹ دھرول گجرات نے کیا تھا اور مفتیان کرام کی میزبانی کی سعادت جناب عثمان غنی باپو نے حاصل کی۔ جس میں ملک کے ہر خطے سے بڑی تعداد میں مفتیان کرام نے شرکت فرمائی۔ اس فقہی سیمینار میں دو موضوع پر بحث وتمحیص کے بعد متفقہ فیصلے ہوئے جو درج ذیل ہیں۔ (ادارہ)

پہلا موضوع

مساجد میں زائد مصاحف، پوسٹروں میں مقدس کلمات اور مصلوں میں معظم نقشوں کا شرعی حکم۔

سوالات اور فیصلے

سوال (۱): مساجد میں جمع شدہ ضرورت سے زائد مصاحف، مکاتب ومدارس کے طلبہ یا کسی خواہش مند کو دے دینا کیسا ہے؟

جواب: مکمل بحث وتمحیص وکامل غور وفکر کے بعد تمام مندوبین کرام اس تفصیل کے ساتھ درج ذیل جواب پر متفق ہوئے کہ وہ مصاحف اگر مسجد پر وقف ہیں تو اس میں اگرچہ اختلاف ہے کہ دوسری مسجدوں کو بھیج سکتے ہیں یا نہیں مگر بوجہ ضرورت قول جواز پر عمل کرتے ہوئے دوسری مسجدوں کو بھیجنے کی اجازت ہوگی اور جن مصاحف کے بارے میں وقف کا علم نہیں فی زمانناوہ بھی عرفاً وقف ہیں کہ دینے والوں کا مقصود اپنی ملکیت سے نکال کر خالص اللہ کے لیے کرنا ہوتا ہے۔ چاہے وقف کی صراحت کریں یا نہ کریں اور یہی وقف کی حقیقت ہے۔ اس لیے اس صورت میں بھی دوسری مسجدوں میں بھیجنے کی اجازت ہوگی البتہ مدارس میں بھیجنے سے قبل دیکھا جائے اگر دوسری مسجدوں میں ضرورت ہو تو اسے مدارس پر ترجیح دی جائے اور اگر دوسری مسجدوں میں ضرورت نہ ہو مدارس میں بھیجا جائے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

''اگر اس بھیجنے سے مصحف شریف اس مسجد پر وقف کرنا مقصود نہیں ہوتا جب تو بھیجنے والوں کو اختیار ہے وہ مصاحف ان کی ملک میں باقی ہیں جو وہ چاہیں کریں اور اگر مسجد پر وقف مقصود ہے تو اس میں اختلاف ہے کہ ایسی صورت میں اسے دوسری مسجد کو بھیج سکتے ہیں یا نہیں جب حالت وہ ہو جو سوال میں مذکور ہے اور تقسیم کی ضرورت سمجھی جائے تو قول جواز پر عمل کر کے دوسری مساجد ومدارس پر تقسیم کر سکتے ہیں۔ اس شہر کی حاجت سے زائد ہو تو دوسرے شہر کو بھی بھیج سکتے ہیں، مگر انھیں ہدیہ کر کے ان کی قیمت مسجد میں نہیں صرف کر سکتے۔ درمختار میں ہے: ''**وقف مصحفا علی المسجد جاز ویقرأ ولایکون محصوراً علی هذا المسجد**'' (۳۵۵/۶)

اور بھیجنے کا کام متولی یا متدین اہل محلّہ انجام دیں۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے: ''مسجد کا عملہ جو بچ رہے اگر کسی دوسرے وقت کام میں آنے کا ہو اور رکھنے سے بگڑے نہیں تو محفوظ رکھیں ورنہ بیع کر دیں اور اس کے دام مسجد کی عمارت ہی میں لگائیں۔ لوٹے، بوریہ، تیل، بتی وغیرہ میں صرف نہیں ہوسکتا، یہ سب کام متولی اور دیانتدار اہل محلّہ کی زیر نگرانی ہو''۔ (۴۴۱/۶ رضا اکیڈمی ممبئی)

اور کسی فرد خاص کو دینا جائز نہیں۔ درمختار میں ہے: **فاذا تم ولزم لایملک ولایملک ولایعار ولایرهن** (۴۲۱/۶ کتاب الوقف)

سوال (۲): جلسے جلوس وغیرہ کی تشہیر واعلان کے لیے پوسٹروں اور اخبار وغیرہ میں اسم جلالت ورسالت اور مقامات مقدسہ کے نقوش کی کتابت وطباعت کس حد تک جائز ہے، جب کہ عصر حاضر میں تشہیر کے دوسرے ذرائع بھی موجود ہیں اور انھیں ہر مناسب وغیر مناسب سب جگہوں پر چسپاں کرنا کیسا ہے، ان کی بے حرمتی ہونے کی صورت میں اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟

جواب: پوسٹر اور اخبارات میں کلمات طیبہ اور نقوش مقدسہ کی کتابت وطباعت بوجہ حاجت اور عرف وتعامل جائز ودرست ہے البتہ چسپاں کرنے والوں کو سخت ہدایت کی جائے کہ نا مناسب جگہوں پر لگانے سے احتراز کریں، بے ادبی کی صورت میں الزام بے ادبی کرنے والے پر ہے''**الاشباہ والنظائر**''میں ہے:**اذااجتمع المباشر والمتسبب اضیف الحکم الی المباشر**۔

سوال (۳): نماز کے مصلوں پر گنبد خضریٰ، کعبۂ مقدسہ یا بیت المقدس کے نقوش بنانا، نیز ایسے مصلوں کی خرید وفروخت اور ان پر نماز پڑھنا، اٹھنا، بیٹھنا کیسا ہے؟

جواب: سوال نمبر۳ کے جواب میں تمام مندوبین کرام اس بات پر متفق ہیں کہ مصلوں پر گنبد خضریٰ، کعبہ مقدسہ یا بیت المقدس کے نقوش بنانا نیز ایسے مصلوں کی خرید وفروخت اور ان پر نماز پڑھنا، بوجہ تعامل جائز ودرست ہے البتہ موضع نقوش پر پاؤں رکھنا اور بیٹھنا بے ادبی سے خالی نہیں اس لیے اس سے پرہیز کریں۔ یوں ہی ایسے مقدس نقوش والے مصلے مقتدیوں کے لیے ہرگز نہ بچھائے جائیں۔

سوال (۴): دعوتی کارڈ، کلینڈر، بینروں قلموں اور رنگوں میں اسمائے مقدسہ یا کسی آیت وحدیث کی کتابت وطباعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: دعوتی کارڈ، کلینڈر، بینروں میں ان کی کتابت کا حکم جواب نمبر۲ سے ظاہر ہے۔ قلم یا کنجی کی رنگ پر ان امور کے لکھنے میں مصلحت کچھ نہیں اور مفاسد کئی ایک ہیں اس لیے اس سے پرہیز لازم۔

چوں کہ کلینڈر عموماً خلوت کدوں میں بھی رکھتے ہیں اور فقہا فرماتے ہیں کہ جہاں قرآن کریم کی کوئی آیت کریمہ لکھی ہو یا کاغذ یا کسی شی پر اگرچہ اوپر شیشہ ہو جو اسے حاجب نہ ہو جب تک اس پر غلاف نہ ڈال لیں وہاں جماع یا برہنگی بے ادبی ہے۔ (کما ہو مصرح فی الفتاوی الرضویۃ ج۹ ص۲۵۸)

سوال (۵): اردو اخبارات اور امتحانات کی کاپیوں سے اسمائے مقدسہ یا ان سے آیات واحادیث جدا کرنا ایک مشکل کام ہے ایسی حالت میں ان اخبار اور کاپیوں کو ردی میں بیچنے یا جلا کر ان کی راکھ کو کسی مناسب جگہ ڈال دینے کی کیا اجازت ہوگی؟

جواب: جملہ مندوبین مفتیان کرام اس بات پر متفق ہیں کہ مذکورہ بالا چیزوں کا بیچنا جائز نہیں کہ خریدنے والے عموماً اسے اہانت کے کاموں میں استعمال کرتے ہیں یا ایسے لوگوں کے ہاتھ بیچتے ہیں اور اخبارات اور امتحانی کاپیوں پر تحریر اسمائے مقدسہ یا آیات واحادیث، فقہی مسائل جو ان اخبارات وکاپیوں میں ہیں ان کی اہانت جائز نہیں۔ جلانے میں بھی ابتذال کا مفسدہ ہے اس لیے ان اشیا کو بعینہ پاک غلاف میں لپیٹ کر ایسی جگہ دفن کریں جو جگہ قدم کی پامالی سے محفوظ ہو یا تھیلے میں کسی باوزن چیز کے ساتھ بند کر کے ممکن ہو تو تالاب میں ڈبو دیں۔

سوال (۶): موبائل کی کال بیل کے لیے اسم جلالت ورسالت، کلمۂ طیبہ، صلوٰۃ وسلام ودیگر کلمات حمد وثنا ونعت ومنقبت محفوظ کرنا اور اس کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب: موبائل کی کال بیل / رنگ ٹون کے لیے اسم جلالت ورسالت اور کلمۂ طیبہ، درود وسلام ودیگر کلمات حمد وثنا کا استعمال متعدد وجوہ کی بنا پر کراہت سے خالی نہیں لہٰذا ان سے احتراز کیا جائے انہیں رنگ ٹون رکال بیل کی جگہ استعمال نہ کیا جائے۔

دوسرا موضوع

''افتادہ آراضی اور مسائل وقف،،

سوالات ومفتیان کرام کے فیصلے

سوال (۱): افتادہ زمین جب حسب ارشاد حدیث اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کی ملک ہے تو شرعاً ان کا حکم وقف کا ہوگا یا نہیں؟

جواب: طویل بحث کے بعد جملہ مندوبین کرام نے باتفاق رائے طے کیا کہ جو افتادہ آراضی ہیں اگرچہ بحکم حدیث اللہ عزوجل اور رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملک ہیں مگر وہ وقف نہیں ہیں کہ وقف کے لیے کسی شخص کا اپنی ملکیت سے خارج کر کے خالص اللہ عزوجل کی ملک قرار دینا شرط ہے ردالمحتار میں ہے:

"شرطه شرط سائر التبرعات افادان الواقف لابدان یکون مالکه وقت الوقف ملکاباتا،،(۵۲۳/۶)واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۲): اگر گورنمنٹی عملہ ایسی زمین بنام مدرسہ الاٹ کردے تو اسے وقف کا حکم ہوگا یا نہیں؟ کیا قلیل مدت یا طویل عرصہ کے لیے الاٹ منٹ سے مسئلہ کی نوعیت میں کچھ فرق ہوگا؟

جواب: بحث وتمحیص کے بعد طے ہوا کہ گورنمنٹ نے جو گورنمنٹی زمین مستقلا بنام مدرسہ الاٹ کردی وہ ارصادات سلطان میں ہے۔فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"سلاطین اسلام مواضع سلطنت میں سے جو دیہات مصارف خیر کے لیے وقف کرتے ہیں انہیں ارصاد کہتے ہیں یعنی سلطان نے انہیں محفوظ وممنوع التملیک کردیا ان کا حکم بعینہٖ مثل وقف ہے:**وانماسمیت ارصادات لأن الوقف شرطه الملک والسلاطین لایملکون مافی ولایتهم ان الملک الاالله**،،(۳۵۱/۶)البتہ اگر کچھ مدت کے لیے الاٹ ہے تو اسے ارصادات کا حکم نہیں کہ ارصادات میں تابید بھی شرط ہے جو یہاں مفقود ہے:"**نقل الطرطوسی عن قاضیخان ان السلطان لووقف ارضامن بیت مال المسلمین علی مصلحة عامة للمسلمین جاز قال بن وهبان :(لأنه اذاابده علی مصرفه الشرعی فقد منع من یصرفه من الامراء الجور فی غیرمصرفه) اھ فقد أفادان المرادمن هذاالوقف تابید صرفه علی هذه الجهة المعینة التی عینهاالسلطان مماهومصلحة عامة وهومعنی الارصادالسابق فلاینافی ماتقدم والله سبحانه اعلم**،،اھ۔(ردالمحتار۶/۲۲۵)

سوال (۳): گورنمنٹ نے اگر بنام مدرسہ کوئی زمین الاٹ کردی تو اب وہ زمین مدرسہ کے لیے وقف مانی جائے گی یا وہ اب بھی گورنمنٹی زمین قرار پائے گی؟

جواب: گورنمنٹ نے اگر کوئی زمین بنام مدرسہ الاٹ کردی تو اس الاٹ منٹ سے وہ مدرسہ کے لیے وقف نہ ہوگی البتہ اگر مسلمانوں نے اس پر مدرسہ تعمیر کردیا تو وہ زمین مع عمارت بنام مدرسہ وقف ہوگئی "ردالمحتار" میں ہے:

"**شرطه شرط سائر التبرعات افادان الواقف لابدان یکون مالکه وقت الوقف ملکاباتا**"(۵۲۳/۶)

اور "فتاویٰ رضویہ" میں ہے:"اور جب کہ دینی مدرسہ نفع عام مسلمین کے لیے بنانا مقصود تھا اس میں کسی کی نیت یہ نہیں ہوتی کہ میں کسی جز کا مالک رہوں اور اس سے انتفاع ایک مدت محدود تک ہو پھر میری ملک میں واپس آئے جب کہ اپنی ملک سے خارج کرکے ہمیشہ کے لیے نفع مسلمین کے واسطے کردینا مقصود ہوتا ہے اور یہی حاصل وقف ہے تو اگر چہ نصاً وہ سب لفظ وقف نہیں کہتے عرفاً دلالۃً وقف کرتے اور وقف ہی سمجھتے ہیں ذخیرہ وخانیہ وعالمگیریہ میں ہے:**رجل له ساحة لابناء فیها امرقوما ان یصلوا فیها بجماعة فان امرهم بالصلوٰة فیها ابدا نصا بان قال صلوا فیها ابدا او أمرهم بالصلوٰة مطلقا ونوی الابد صارت الساحة مسجدا وان وقت بالشهر اوالسنة لاتصیر مسجدا**. تو وہ ایک مکان ہے جس کی زمین وعمارت سب ان سب کی ملک مشترک ہوکر ان سب کی طرف سے وقف ہوئی" (۳۳۶/۶،۳۳۷)۔ردالمحتار میں ہے: **قدثبت الوقف بالضرورة وصورته ان یوصی بغلة هذه الدارللمساکین ابدا اولفلان بعده للمساکین ابدا فان الدارتصیر وقفا بالضرورة**۔(۳۵۹/۳)

سوال (۴): اگر وہ زمین مدرسہ کے لیے وقف مانی جائے تو واقف کون کہلائے گا گورنمنٹ یا وہ مسلمان جنہوں نے اس پر مدرسہ تعمیر کیا؟

جواب: تعمیر سے قبل وقف نہیں اور جب مسلمانوں نے اس پر بنام مدرسہ عمارت بنادی تو اب وہ وقف ہے اور اس کے واقف مسلمان ہوں گے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال (۵): بنام مدرسہ الاٹ شدہ زمین پر اگر آبادی کے مسلمانوں نے مسجد تعمیر کی تو صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: بنام مدرسہ الاٹ شدہ زمین پر مسجد تعمیر کرنا صحیح ہے البتہ یہ خیال رہے کہ پوری زمین پر مسجد بنانے میں اگر قانونی خطرات ہوں تو مدرسہ بھی تعمیر کریں اور ساتھ ہی مسجد بھی بنائیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال (۶): اگر افتادہ زمین کو گورنمنٹی الاٹ منٹ کے بغیر مسلمانوں نے بنام مدرسہ ایکوائر کرلیا پھر وہاں مدرسہ کے ساتھ مسجد بھی تعمیر کرنا چاہیں تو درست ہے یا نہیں؟

جواب: گورنمنٹی اجازت کے بغیر ایسی زمین پر مسجد نہ بنائی جائے۔واللہ تعالیٰ اعلم

نماز تراویح بیس رکعات یا آٹھ؟

طارق انور مصباحی (کیرلا)

عصر حاضر کے سلفیوں کا خیال ہے کہ نماز تراویح دراصل وتر کی نماز ہے جیسا کہ وہابیہ کے جداعلیٰ ابن تیمیہ حرانی (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ) نے لکھا:

کان النبي صلی الله تعالی علیه وسلم قیامه باللیل هو وتره-یصلی باللیل في رمضان وغیر رمضان احدی عشرة رکعة او ثلاث عشرة رکعة لکن کان یصلیها طوالًا. (مجموعة الفتاویٰ لابن تیمیه ج۲۳ ص۷۳)

(ترجمہ) حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رات کی نماز، وہ نماز وتر ہے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان وغیر رمضان میں گیارہ یا تیرہ رکعت پڑھتے ،لیکن اسے طویل پڑھا کرتے۔

جب کہ محدث ملاعلی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے لکھا کہ وتر صلاۃ اللیل میں داخل نہیں: چنانچہ مرقات میں ہے:

وروایة ثلاث وعشرین حسب راویها،الثلاثة الوتر فانه جاء انهم کانوا یوترون بثلاث وهذا یدل علی ان الوتر ثلاث علی ما تقرر علیه اٰخر الامر وانه غیر داخل في صلاة اللیل. (مرقاۃ المفاتیح ج۳ص۳۴۳)

(ترجمہ) تراویح میں تیئیس کی روایت، اس کے راوی کے اعتبار سے،تین رکعت وتر ہے۔(یعنی راوی نے خود کہا کہ تین وتر اور بیس رکعت تراویح ہے)اس لیے کہ روایت میں آیا کہ صحابہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وتر تین رکعت ہے جیسا کہ اخیر میں معاملہ اسی پر مستقر ہو گیا اور نماز وتر، صلاۃ اللیل میں داخل نہیں ہے۔(بلکہ ایک مستقل نماز ہے)۔

نماز تراویح ایک مستقل نماز ہے۔احادیث نبویہ میں مستقل طور پر اس کی ترغیب وارد ہوئی ہے۔ان ترغیبی احادیث کی روشنی میں یہ مسئلہ اظہر من الشمس ہو جاتا ہے کہ صلوٰۃ رمضان یعنی نماز تراویح ایک مستقل نماز ہے بلکہ حضرت سرور کون ومکان تاجدار دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان سے بھی یہی عیاں ہے۔احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)﴿عَنِ النَّضرِبْنِ شَیْبَانَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِی سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدِّثْنِی بِشَیْءٍ سَمِعْتَهٗ مِنْ اَبِیکَ-سَمِعَهٗ اَبُوکَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ لَیْسَ بَیْنَ اَبِیکَ وَبَیْنَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ اَحَدٌ فِی شَهْرِ رَمَضَانَ-قَالَ نَعَمْ حَدَّثَنِی اَبِی قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فَرَضَ صِیَامَ رَمَضَانَ عَلَیْکُمْ وَسَنَنْتُ لَکُمْ قِیَامَهٗ فَمَنْ صَامَهٗ وَقَامَهٗ اِیمَانًاوَ اِحْتِسَابًا خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهٖ کَیَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ﴾ (سنن النسائی ج اص۲۳۹-سنن ابن ماجہ ص۹۴)

(ترجمہ) حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رب تعالیٰ نے تم لوگوں پر رمضان کا روزہ فرض فرمایا اور میں نے تم لوگوں کے لیے نماز رمضان (نماز تراویح) کو سنت قرار دیا۔پس جو ایمان کی حالت میں حصول ثواب کی نیت کے ساتھ روزہ رکھے اور نوافل پڑھے تو وہ اپنے گناہوں سے نکل جائے گا جیسا کہ اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔فتاویٰ ابن تیمیہ کے حاشیہ میں ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔(مجموعۃ الفتاویٰ ج۲۳ص۷۳)

(۲)عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهٗ ذَکَرَ رَمَضَانَ فَفَضَّلَهٗ عَلَی الشُّهُورِوَقَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیمَانًاوَاِحْتِسَابًاخَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهٖ کَیَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ. (سنن النسائی ج اص۲۳۸)

(ترجمہ) حضرت مختار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رمضان کا ذکر فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مہینوں پر فضیلت عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا۔جو رمضان میں ایمان کی حالت میں حصول ثواب کی نیت کے ساتھ نوافل پڑھے، وہ اپنے گناہوں سے نکل جائے

گا جیسا کہ اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔

(۳) **عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیمَانًا وَ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.** (سنن النسائی ج ا ص ۲۳۸)

(ترجمہ) حضرت سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو رمضان میں ایمان وحصول ثواب کی نیت کے ساتھ نوافل پڑھے، اس کا گذشتہ گناہ بخش دیا جائے گا۔

امام نووی نے لکھا: **والمراد بقیام رمضان صلاة التراویح.** یعنی قیام رمضان سے نماز تراویح مراد ہے۔ (شرح النووی علیٰ مسلم ج ا ص ۲۵۹)

ماہ رمضان کی نماز:

احادیث مذکورہ بالا سے ظاہر ہو گیا کہ ماہ رمضان میں کچھ خاص عبادات ہیں، جن کی جانب ترغیب دی جارہی ہے اور ساتھ ہی ساتھ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صاف لفظوں میں ارشاد فرمایا کہ رمضان کی نفل نماز کو میں نے تم لوگوں کے لیے سنت قرار دیا واضح رہے کہ صلوٰۃ الوتر (وتر کی نماز)، صلوٰۃ اللیل (رات کی نفل نماز) یا صلوٰۃ التہجد (تہجد کی نماز) کا تعلق رات سے ہے نہ کہ خاص ماہ رمضان سے۔

رات ہوگئی، اب بعد نماز عشا صلوٰۃ الوتر ہے، صلوٰۃ اللیل اور صلوٰۃ التہجد ہے۔ وہ رات رمضان کی ہو یا غیر رمضان کی۔ ان نمازوں کو کسی مہینے سے کوئی تعلق نہیں۔ جب کہ رمضان کی نفل نمازوں کا تعلق رمضان سے ہے۔ وہ نفل نماز جسے عرف عام میں تراویح کہا جاتا ہے، وہ غیر رمضان میں نہیں پڑھی جاتی۔ عہد صحابہ سے لے کر آج تک کسی نے بھی یہ نہ کہا کہ نماز تراویح غیر رمضان میں بھی ادا کی جاسکتی ہے۔

اب جب ثابت ہو گیا کہ نماز تراویح ایک مستقل نماز ہے تو نماز وتر یا صلوٰۃ اللیل کی رکعات کی تعداد جو احادیث میں مروی ہے، اس کا تعلق نماز تراویح سے نہیں ہوگا۔ بلکہ نماز تراویح کے لیے ان احادیث یا معمولات صحابہ وتابعین کو دیکھنا ہوگا جن کا تعلق تراویح سے ہے۔ ہماری کتاب ''مصباح المصابیح فی احکام التراویح'' میں عہد بہ عہد تراویح کا سلسلہ اور اس کی نوعیت کو دکھلایا گیا ہے اور حضرت سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے لے کر عہد تابعین تک بیس رکعت تراویح کا ثبوت پیش کر دیا گیا ہے۔ اور ائمہ مجتہدین اور مسالک اربعہ حنفی، مالکی، شافعی وحنبلی فقہا کے اقوال سے بیس رکعت تراویح کا بہت زیادہ ثبوت رقم کر دیا گیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ فقہائے اربعہ کی مستدل بہ احادیث پر محدث وہابیہ ناصر الدین البانی (م ۱۹۹۹ء) کی تنقیدوں کا مسکت جواب بھی جرح وتعدیل کی کتابوں کی روشنی میں لکھ دیا گیا ہے۔

ایک شبہہ کا ازالہ:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ تراویح کا حکم رمضان کے چند ایام کے لیے ہے۔ حالانکہ مذکورہ احادیث مطلق ہیں اور مطلق کی تقیید کے لیے دلیل کی ضرورت ہے۔ جب تک دلیل نہ پیش کی جائے یہ اعتراض ساقط الاعتبار رہے گا۔ نیز یہ کہ عہد رسالت سے تا امروز امت کا عملی اجماع اسی بات پر ہے کہ نماز تراویح کا حکم رمضان کی ہر رات کے لیے ہے۔ اہل بدعت نئی نئی بدعات ایجاد کرتے جاتے ہیں۔ اور اہل سنت وجماعت کو بدعتی کہتے رہتے ہیں۔ امت کے لیے ان بدمذہبوں سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا:

﴿**عَنْ اَبِی سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَاَلَ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا کَیْفَ کَانَتْ صَلٰوةُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي رَمَضَانَ؟ فَقَالَتْ: مَاکَانَ یَزِیدُ فِی رَمَضَانَ وَلَا فِی غَیْرِهٖ عَلٰی اِحْدٰی عَشَرَةَ رَکْعَةً- یُصَلِّی اَرْبَعًا فَلَاتَسْاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ یُصَلِّی اَرْبَعًا فَلَاتَسْاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ یُصَلِّی ثَلَاثًا- فَقُلْتُ یَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوتِرَ- قَالَ- یَا عَائِشَةُ اَنَّ عَیْنَیَّ تَنَامَانِ وَلَایَنَامُ قَلْبِی**﴾ (صحیح البخاری ج ا ص ۲۶۹، ۱۵۶۔ صحیح لمسلم ج ا ص ۲۵۴)

(ترجمہ) حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ ماہ رمضان میں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کیسی ہوتی تھی؟ پس انھوں نے فرمایا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم چار رکعت پڑھتے تو تم اس کے حسن ادائیگی اور طول کے بارے میں نہ پوچھو۔ پھر آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم چار رکعت پڑھتے تو تم اس کے حسن اور طول کے بارے میں نہ پوچھو۔ پھر آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تین رکعت پڑھتے۔ پس میں نے کہا- یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سوجاتے ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

علمائے محققین نے لکھا ہے کہ یہ حدیث وتر سے متعلق ہے جیسا کہ حدیث میں ﴿اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ﴾ کا لفظ اس کی صراحت کررہا ہے -اور اس نماز کو صلوٰۃ اللیل یا وتر کے نام سے حدیث فقہ کی کتابوں میں تعبیر کیا گیا ہے۔سلفیان زمانہ کا اسے نماز تراویح پر محمول کرنا باطل ہے۔تراویح دو دو رکعت ہے نہ کہ چار چار رکعت۔ جب کہ اس حدیث میں چار چار رکعت پڑھنے کا ذکر صراحتاً ہے۔نص صریح میں قیل و قال اور تاویل باطل کرنا اہل ضلالت کا شیوہ ہے۔تراویح، رمضان المبارک میں ادا کی جانے والی ایک مخصوص نماز کا نام ہے۔ جو نماز سال بھر پڑھی جاتی ہے وہ تراویح نہیں۔کتب احادیث میں قیام اللیل اور رات کی نوافل سے متعلق الگ احادیث ہیں اور قیام رمضان یعنی نماز تراویح کے بارے میں الگ احادیث آئی ہیں۔

قیام اللیل کے ابواب میں حضرت سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نوافل کی تفصیلات، اوقات، فضائل، ترغیب وغیرہ موجود ہیں۔جب کہ قیام رمضان کے باب میں حضرت سرکار دوعالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے محض ترغیب وارد ہوئی۔ نیز یہ کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر نماز تہجد فرض تھی تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم صلوٰۃ اللیل کے علاوہ نماز تہجد بھی ادا فرمایا کرتے تھے۔ بھلا کون بدنصیب ہوگا جو کبھی دل میں یہ خیال لائے کہ میرے حبیب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تارک فرض تھے۔ حاشا و کلا۔ پاسداران ناموس رسالت علیٰ صاحبہا التحیۃ والثنا چہار دانگ عالم میں قرطاس وقلم اور سیف وسنان لیکر اعداء حبیب صلی اللہ تعالی علیہ وسلمکی سرکوبی کیلئے مستعد کھڑے ہیں-فالحذر کل الحذر۔

ان گیارہ رکعتوں کو تہجد قرار دینا مشکل ہے کیونکہ تہجد وہ نماز ہے جو رات کو کچھ دیر سونے کے بعد پڑھی جاتی ہے اور گیارہ رکعت کو کبھی آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اول شب، کبھی درمیان شب اور کبھی اخیر شب میں پڑھا ہے۔لہٰذا یہ نماز تہجد نہیں ہوسکتی۔مزید یہ کہ تہجد بھی دو دو رکعت ہے۔ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اس صلوٰۃ اللیل کے علاوہ تہجد بھی پڑھا کرتے۔اسی لیے کتب احادیث مثلاً صحیح بخاری (ج ا ص ۱۵۱) وغیرہ میں مستقلاً تہجد کا باب وارد ہوا ہے۔اسی طرح نماز تراویح بھی اس گیارہ رکعتی نماز سے مستثنیٰ ہے، کیونکہ وہ نوافل مطلقہ میں سے نہیں بلکہ وہ ایک خاص نفل ہے جو صرف ماہ رمضان میں پڑھی جاتی ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ رمضان میں نماز تراویح، صلوٰۃ اللیل کے قائم مقام ہوجاتی ہے۔اسی لیے نماز تراویح کے بعد وتر پڑھتے ہیں جیسا کہ تمام راتوں میں صلوٰۃ اللیل کے بعد وتر پڑھی جاتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول ''لایزید فی رمضان ولا غیرہ'' کی توضیح میں امام کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

فان قلت صلاۃ التراویح عشرون رکعۃ وعند مالک ست وثلاثون رکعۃ فماوجھہ؟قلت اما ان المراد بھا صلاۃ الوتر-والسوال والجواب واردان علیھا-اوھومعارض مماروی انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلّٰی بالناس عشرین رکعۃ لیلتین فلما کان فی اللیلۃ الثالثۃ اجتمع الناس فلم یخرج الیھم وقال خشیت ان تفرض علیکم فلاتطیقوھا-وروایۃ المثبت متقدمۃ علٰی روایۃ النافي. (شرح کرمانی علی البخاری ج ۴ ص ۱۵۶ ا جزء ۸)

(ترجمہ) پس اگر آپ اعتراض کریں کہ تراویح بیس رکعت ہے اور امام مالک کے یہاں چھتیس رکعت ہے۔پھر اس کی کیا وجہ ہے؟ (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیسے فرمایا کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم رمضان وغیر رمضان میں صرف گیارہ رکعت پڑھتے تھے) میں جواب دوں گا کہ یا تو اس گیارہ رکعت سے نماز وتر مراد ہے اور سوال وجواب اسی سے متعلق ہیں یا یہ معارض ہے اس کے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے لوگوں کو دو رات بیس رکعت تراویح پڑھایا، پھر جب تیسری رات ہوئی، لوگ جمع ہوئے تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ان کی طرف

تشریف نہ لائے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے خوف ہوا کہ یہ تم پر فرض کردی جائے اور تم اس کی طاقت نہ رکھو، اور مثبت کی روایت نافی کی روایت پر مقدم ہوتی ہے۔

سوال کی توضیح:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں تراویح کا کچھ ذکر نہیں، کیونکہ اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ سائل نے صلوٰۃ رمضان (تراویح کی نماز) کے بارے میں سوال کیا، بلکہ سوال سے یہی متبادر ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیگر ایام میں صلوٰۃ اللیل اور وتر پڑھا کرتے تھے تو رمضان میں جب کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تراویح کی نماز بھی پڑھتے تھے تو صلوٰۃ اللیل وصلوٰۃ الوتر بھی ادا فرماتے تھے یا صلوٰۃ رمضان (تراویح کی نماز) ہی اس کے قائم مقام ہو جاتی تھی؟ پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ صلوٰۃ اللیل اور صلوٰۃ الوتر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلمکی مستقل نماز تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے ترک نہیں فرماتے تھے، رمضان ہو یا غیر رمضان۔

سائل نے ایسا سوال اس لیے کیا کہ نماز تراویح کی دھوم دھام عہد رسالت میں بھی تھی۔ پس سوال کا مقصد یہ تھا کہ رمضان میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عام نوافل بھی ادا فرماتے تھے یا رمضان کی خاص نفل نماز یعنی نماز تراویح پر اکتفا فرماتے تھے؟۔

ذیل کی روایتوں میں رکعات تراویح کا تذکرہ ہے:

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یُصَلِّیْ فِیْ رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً وَالْوِتْرَ. (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۴)

یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان المبارک میں بیس رکعت نماز تراویح اور وتر پڑھا کرتے۔

(۲) عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیدَ قَالَ کَانُوا یَقُومُونَ عَلٰی عَھْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِی شَھْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِینَ رَکْعَةً–(السنن الکبریٰ للبیھقی ج۴ص ۲۱)

یعنی حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں ماہ رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھتے۔

عہد رسالت میں تراویح کی کیفیت

(۱)﴿عَنْ نُعَیْمِ بْنِ زِیَادٍ اَبِی طَلْحَةَ قَالَ سَمِعْتُ نُعْمَانَ بْنَ بَشِیرٍ عَلٰی مِنْبَرِ حِمْصَ یَقُولُ قُمْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ فِی شَھْرِ رَمَضَانَ لَیْلَةَ ثَلٰثٍ وَعِشْرِینَ اِلٰی ثُلُثِ اللَّیْلِ الْاَوَّلِ ثُمَّ قُمْنَا مَعَہُ لَیْلَةَ خَمسٍ وَعِشْرِینَ اِلٰی نِصْفِ اللَّیْلِ ثُمَّ قُمْنَا مَعَہُ لَیْلَةَ سَبْعٍ وَعِشْرِینَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنْ لَانُدْرِکَ الْفَلَاحَ وَکَانُوا یُسَمُّونَہُ السُّحُورَ﴾ (سنن النسائی ج۱ص۱۸۳)

(ترجمہ) حضرت نعمان بن بشیر صحابی رضی اللہ عنہ حمص کے منبر پر فرمارہے تھے کہ ہم لوگ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ماہ رمضان میں تیئیسویں رات کو، رات کی پہلی تہائی (ثلث اول) تک نفل پڑھے، پھر ہم لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں پچیسویں رات کو نصف لیل تک نماز پڑھے، پھر ہم لوگ ستائیسویں رات کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز رمضان پڑھے یہاں تک کہ ہمیں خیال ہوا کہ ہم لوگ فلاح (سحری) کو نہ پا سکیں گے اور فلاح کو لوگ سحور (سحری) کہا کرتے تھے۔

(۲) ﴿عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عِرَاکِ بْنِ مَالِکٍ عَنْ اَبِیہِ قَالَ اَدْرَکْتُ النَّاسَ فِی شَھْرِ رَمَضَانَ یَرْبِطُونَ لَھُمُ الْحِبَالَ یَسْتَمْسِکُونَ بِھَا مِنْ طُولِ الْقِیَامِ﴾ (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ص۳۹۲)

(ترجمہ) حضرت عبدالرحمٰن بن عراک بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت کیا کہ میں نے ماہ رمضان میں لوگوں کو پایا کہ وہ اپنے لئے (شکم پر) رسیاں باندھتے، رسیوں کے ذریعہ طول قیام کی قوت حاصل کرتے۔

(۳)﴿قَالَ مَالِکٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِی بَکْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبِی یَقُولُ کُنَّا نَنْصَرِفُ فِی رَمَضَانَ مِنَ الْقِیَامِ فَنَسْتَعْجِلُ الْخَدَمَ بِالسُّحُورِ مَخَافَةَ الْفَجْرِ﴾ (مؤطا امام مالک ص۱۳۸–السنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۶۳ –شرح السنۃ ج۲ص۵۱۲)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن ابوبکر صدیق نے کہا کہ میں نے اپنے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا۔ ہم لوگ

رمضان میں نماز تراویح سے واپس آتے تو فجر (طلوع ہونے) کے خوف سے خادموں کوسحری میں جلد بازی کرنے کہتے۔

(۴)﴿عَنْ طَاؤُسٍ قَالَ سَمِعْتُ اِبْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ دَعَانِي عُمَرُلِاَتَغَدّٰى عِنْدَهُ قَالَ اَبُوبَكْرِيَعْنِي اَلسُّحُورَفِي رَمَضَانَ فَسَمَّعَهُ هَيْعَةَ النَّاسِ حِينَ خَرَجُوا مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ مَا هِيَ؟قَالَ–هَيْعَةُ النَّاسِ حَيْثُ خَرَجُوا مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ مَا بَقِيَ مِنَ اللَّيْلِ خَيْرٌمِمَّا ذَهَبَ مِنْهُ﴾ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۳۹۶)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنے پاس سحری کی دعوت دی۔حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ نے کہا کہ مراد رمضان کی (روزہ کی) سحری ہے۔پس حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کوحضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے لوگوں کی آواز سنائی جب کہ لوگ مسجد سے نکلے ،حضرت فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عبا س نے کہا کہ مسجد سے نکلنے کے وقت لوگوں کی آواز ہے۔حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔رات کا جوحصہ باقی رہ گیا،رات کے اس حصے سے بہتر ہے جوگذر گیا۔

تراویح کی وجہ تسمیہ

نماز تراویح میں طول قیام کی وجہ سے ہر چار رکعت کے بعد ایک وقفہ رکھا گیا، جسے ترویحہ کہا جاتا ہے۔اسی کی مناسبت سے نماز رمضان کا نام ''صلوٰۃ التراویح'' ہوا۔تراویح،ترویحہ کی جمع ہے اور جمع کا اطلاق کم سے کم تین پر ہوتا ہے اور تین ترویحہ کے لیے کم از کم بارہ رکعت چاہیے۔وہابیہ، تراویح کی نماز آٹھ رکعت پڑھتے ہیں اور اس کا نام ''صلوٰۃ التراویح'' رکھتے ہیں، یہ غلط ہے۔نحوی قانون اور عربی زبان کے قاعدہ کے اعتبار سے اس کا نام ''صلوٰۃ الترویحتین'' ہونا چاہیے -کیونکہ آٹھ میں صرف دوترویحہ ہوں گے-ایک ترویحہ چار رکعت کے بعد،دوسرا ترویحہ آٹھ رکعت کے بعد۔صلوٰۃ التراویح کا نام ہی بتا رہا ہے کہ صلوٰۃ التراویح آٹھ رکعت سے زائد ہے۔عہد فاروقی سے باضابطہ طور پر ترویحہ کا رواج قائم ہوا جو آج تک اہل اسلام کے یہاں جاری ہے۔حدیث میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔

﴿عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ كَانَ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُرَوِّحْنَا فِي رَمَضَانَ يَعْنِي بَيْنَ التَّرْوِيحَتَيْنِ قَدْرَمَايَذْهَبُ الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ اِلٰى سَلْعٍ– كَذَا قَالَ،وَلَعَلَّهُ اَرَادَ مَنْ يُصَلِّي بِهِمُ التَّرَاوِيحَ بِاَمْرِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ﴾ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ص ۶۲)

(ترجمہ) حضرت زید بن وہب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ رمضان میں ہمیں آرام کا موقع دیتے تھے یعنی دوترویحہ کے درمیان اتنا وقت کہ آدمی مسجد نبوی سے سلع پہاڑی تک چلا جائے۔امام بیہقی نے کہا کہ راوی نے ایسا ہی کہا او رشاید اس کی مراد یہ ہے کہ جوانہیں تراویح پڑھاتے تھے، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے راحت وآرام کا موقع دیتے تھے اور اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے۔

تراویح اورتہجد

عہد رسالت یا عہد صحابہ میں جو ماہ رمضان میں شب بیداری ہوتی تھی،عہد حاضر کے اعتبار سے اس کی نوعیت کچھ مختلف تھی۔نماز عشا کے بعد کچھ دیر سوتے۔اس کے بعد بیدار ہوکر تراویح پڑھتے تاکہ ترک تہجد لازم نہ آئے۔کیونکہ تہجد بغیر نیند کے نہیں ہے۔اب بیدار ہونے کے بعد نماز فجر تک بیدار ہی رہتے۔

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ نے لکھا﴿حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ كَانُوا يَنَامُونَ نَوْمَةً قَبْلَ الْقِيَامِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ﴾ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۳۹۶)

(ترجمہ) محدث شعبہ بن حجاج نے حکم سے روایت کیا کہ لوگ ماہ رمضان میں نماز تراویح پڑھنے سے پہلے تھوڑا سا سو لیتے تھے۔

عہد حاضر کے سلفیوں کا طریقہ عہد صحابہ سے بالکل مختلف ہے۔ابتدائی شب کے مختصر وقت میں آٹھ رکعت پڑھ کر ساری رات محوخواب رہتے ہیں۔اس کے باوجود اتباع صحابہ کا دعویٰ کرتے ہیں۔تراویح کی نماز بیس رکعت ہے،لہٰذا اس کی پابندی کی جائے۔اہل بدعت کی گمرہی سے اللہ تعالیٰ امت مصطفویہ کی حفاظت فرمائے-آمین

موبائل:9916371192

مشعل راہ

زکوٰۃ کی اہمیت اور اس کا استعمال

محمد صلاح الدین رضوی سیتامڑھی

زکوٰۃ اعظم فرائض دین واہم ارکان اسلام ہے اسی وجہ سے رب کائنات نے قرآن حکیم میں ۳۲ مقامات پر نماز کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا اور طرح طرح سے بندوں کو اس اہم فرض کی طرف بلایا۔ زکوٰۃ کی فرضیت کس قدر مؤکد ہے اس کا اندازہ ان باتوں سے لگائیے:

جو قبائل مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے کافی فاصلہ پر ہونے کی وجہ سے دینی واخلاقی تربیت حاصل نہ کر سکے تھے اور اسلام کی روحانیت وچاشنی سے نا آشنا تھے۔

اسی طرح جو قبائل نئے نئے مسلمان تو ہو گئے تھے لیکن نہ وہ صحابیت کے عظیم شرف سے مشرف ہوئے تھے اور نہ اکابر صحابہ کرام کی زندگی کے مطالعہ کا انھیں موقع میسر آیا تھا اس لیے وہ اسلام کی روحانی لذتوں سے محروم تھے ایسے قبائل کے افراد حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بڑی تعداد میں اسلام سے پھرنے لگے تھے۔

اسی نازک دور میں بہت سے وہ اشخاص بھی تھے جو اسلام کے دیگر احکام کو سختی سے تسلیم کرنے کے باوجود فرضیت زکوٰۃ کے منکر تھے۔

ان لوگوں کا خیال تھا کہ زکوٰۃ مدینہ کی حکومت کا مقرر کردہ جزیہ (ٹیکس) ہے حالانکہ جزیہ یہ صرف غیر مسلموں پر مقرر کیا جاتا ہے تو ہم پر جزیہ مقرر کیا جانا درست نہیں جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم پردہ نہیں فرمائے تھے تو ہمیں زکوٰۃ دینے میں کوئی حرج نہ تھا کیوں کہ وہ نبی تھے ان پر وحی نازل ہوئی تھی تو جو کچھ وہ طلب فرماتے تھے وہ ان کا حق تھا لیکن ان کے پردہ فرمانے کے بعد ادائیگی زکوٰۃ کا حکم ہم سے ساقط ہو گیا ہے۔

اس اہم صورت حال سے نمٹنے کے لیے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صحابۂ کرام سے مشوہ طلب کی تو کچھ صحابۂ رکرام نے جنگ نہ کرنے کا مشورہ دیا لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جنگ کرنے لیے لیے پرعزم نظر آئے یہی وجہ ہے کہ جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ آپ منکرین زکوٰۃ سے جنگ کیسے کریں گے جبکہ رسول دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ **لاالٰہ الااللہ** کہیں اور جس نے **لاالٰہ الااللہ** کہہ دیا اس نے اپنی جان اور مال بچالیا مگر جبکہ اس پر کوئی حق ہو (یعنی اگر اس نے زنا کیا تو سنگسار کیا جائے گا) اور اس کی نیت کا حساب اللہ تعالیٰ اس سے لے گا۔

اس پر حضرت صدیق اکبر نے فرمایا خدا کی قسم میں اس سے ضرور جنگ کروں گا جو نماز وروزہ میں تفریق کرے (یعنی نماز کو فرض مانے لیکن زکوٰۃ کی فرضیت کا منکر ہو) کیوں کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے خدا کی قسم اگر کوئی شخص جو بکری بچہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر کیا کرتا تھا اگر مجھے دینے سے انکار کردے تو میں اس سے بھی جنگ کروں گا۔

حضرت فاروق اعظم فرماتے ہیں خدا کی قسم میں نے محسوس کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق اکبر کا سینہ جنگ کے لیے کھول دیا ہے اس وقت میں نے بھی پہچان لیا کہ یہی حق ہے۔ (مسلم کتاب الایمان)

تو آخرکار حضرت صدیق اکبر نے منکرین زکوٰۃ سے جنگ کی جبکہ اس نازک صورت حال میں ظاہری مصلحت کا تقاضہ تو یہ تھا کہ منکرین زکوٰۃ کو ادائیگی زکوٰۃ پر مجبور نہ کیا جائے بلکہ انھیں سمجھا بجھا کر اپنے ساتھ رکھا جائے اور ان کو اپنے ساتھ ملا کر ان مرتدین کے خلاف جنگ کی جائے جو سارے اسلامی قوانین ودستور کا انکار کر کے دائرۂ اسلام سے باہر ہو گئے تھے اور اپنے کو مسلمان کہلوانا بھی گوارہ نہ کرتے تھے کیوں کہ منکرین زکوٰۃ پر سختی کرنے کی صورت میں یہ لوگ بھی کھلم

کھلا دشمنی پر آمادہ ہوجاتے اس طرح مسلمانوں کو دشمنوں کے تعداد بہت زیادہ ہوجاتی لیکن پھر بھی حضرت صدیق اکبر نے ان سے جنگ کی اور ان کے خلاف کاروائی میں تاخیر نہ کی کیوں کہ آپ بخوبی واقف تھے۔

کہ اگر ان کے خلاف کارروائی میں تاخیر کی گئی تو اس جرم کے لیے دوسرں کا بھی حوصلہ بڑھ سکتا ہے تو پھر ان پر حاوی ہونا اور اس فتنے کو دبانا بہت مشکل ہوجائے گا۔

تو آپ نے جس مقصد کے لیے جنگ کی تھی اس میں آپ پورے طور پر کامیاب رہے یہی وجہ ہے کہ مسلمان قبائل کے سردار اپنی اپنی زکوۃ لے کر مدینہ شریف آئے۔

اور زکوۃ کی زبردست اہمیت کی وضاحت ان باتوں سے بھی بخوبی ہوجاتی ہے کہ جہاں شریعت اسلامیہ نے زکوۃ ادا کرنے والوں اور اس پر مداومت اختیار کرنے والوں کو طرح طرح کے انعامات واکرامات کی بشارتیں دی ہیں وہیں اس کی ادائیگی سے کوتاہی اور غفلت کرنے والوں کی مذمت وقباحت بیان کی اور سخت ترین الفاظ سے انھیں ڈرایا۔

پہلے زکوۃ ادا کرنے والوں کے لیے انعامات وکرامات کی بشارتیں اور انھیں حاصل ہونے والے فوائد ملاحظہ کیجئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّاَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (بقرہ آیت ۲۶۱) ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح ہے جس نے اگائیں سات بالیں ہر بال میں سو دانے اور اللہ اس سے بھی زیادہ وہ بڑھائے جس کے لیے چاہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

یعنی جو لوگ اپنا کسی قسم کا مال (مال حلال) کسی بھی کار خیر میں خرچ کریں۔مثلاً:

زکوۃ وفطرہ ادا کریں مسجدیں یا مدارس اسلامیہ بنوائیں یا شفاخانے اور مسافر خانے کی تعمیر میں خرچ کریں یا رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے میں لگائیں۔یا غربا و مساکین کو صدقات نافلہ کے طور پر دیں یا دینی کتابیں خرید کر طلبہ وعلما کو دیں تو ان صدقات کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ایک دانہ زمین میں بودیا گیا ہو جس سے سات شاخیں نکلیں ہر شاخ میں ایک ایک بال ہو اور ہر بال میں سو سو دانے ہوں تو کل سات سو دانے ہوں گے تو جس طرح دنیا میں ایک دانے سے سات سو دانے حاصل ہوتے ہیں ایسے ہی آخرت میں ایک صدقہ کے سات سو اجر وثواب حاصل ہوں گے اور اسی پر بس نہیں ہے بلکہ رب تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس کے اخلاص ومشقت کے مطابق اور زیادہ عطا فرماتا ہے۔(تفسیر نعیمی ثالث)

تو جب بندوں کے اخلاص کے مطابق رب کائنات اپنے فضل وکرم سے ان کی نیکیوں میں اضافہ فرماتا ہے تو ہمیں چاہئے کہ اخلاص میں ڈوب کر کار خیر کرنے کا اپنا معمول بنالیں تاکہ نیکیوں میں زیادتی ہوتی رہے۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ.(بقرہ آیت ۲۷۶)

اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو:

یعنی اللہ رب العزت دنیا میں تمام مسلمانوں کے سودی مال کو مٹاتا ہے اگر چہ کفار کے نہ مٹے یا کسی بھی انسان کے سودی کاروبار میں برکت نہیں ہوتی اگر چہ کبھی کفار کے سودی کاروبار میں کثرت ہوجاتی ہے لیکن یہ مال برکت سے خالی ہوتے ہیں اسی لیے ان میں پائیداری نہیں یا مطلب یہ ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ سودی صدقات کو برباد کردے گا یا سود کو گھٹا دے گا کہ سودی لباس پہن کر جو نماز ادا کی گئی ہوگی اس کا ثواب گھٹ جائیگا۔

اور اللہ تعالیٰ ہر قسم کے صدقات کو دنیا میں بڑھاتا ہے کہ صدقات کی برکت سے بقیہ مال میں برکت ہوتی ہے یا آخرت میں بڑھائے گا کہ تھوڑا صدقہ بہت زیادہ کر کے عطا فرمائے گا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

اللہ تعالیٰ مومنوں کے صدقے کی ایسی پرورش کرتا ہے جیسی تم میں سے کوئی گھوڑی یا گائے کے بچے کی کرتا ہے جب بندہ آخرت میں اٹھے گا تو اپنے ایک پیسہ کے صدقہ کو پہاڑ پائے گا۔اور دنیا میں بھی دیکھا گیا ہے کہ سخی کبھی فقیر نہیں ہوتا اس کی دولت بفضلہ تعالیٰ بڑھتی

رہتی ہے۔ (تفسیر نعیمی ثالث)

وَمَآاَنْفَقْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَھُوَ یُخْلِفُہٗ وَھُوَخَیْرُالرّٰازِقِیْنَ (سورہ سبا آیت۔۳۹) اور جو چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو وہ اس کے بدلے میں اور دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا یعنی جو چیز کار خیر میں صرف کی جاتی ہے رب تعالیٰ دنیا میں اس کا عوض مال اور قناعت سے عطا فرماتا ہے یا آخرت میں ثواب اور جنت کی نعمتوں سے بدلہ دیتا ہے یا دنیا اور آخرت دونوں میں عوض عطا فرماتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خرچ کی ہوئی چیزوں کے عوض میں ان سے کہیں زیادہ عطا فرماتا ہے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں یہ حدیث پاک ہے:

اللہ تعالیٰ کے چند فرشتے ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب کے بعد روزانہ دو مرتبہ اعلان کرتے ہیں خبردار جو بندہ اپنے عیال اور پڑوسیوں پر وسعت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت میں وسعت بخشے گا اور جو ان پر تنگی کرے گا اسے دنیا و آخرت میں تنگی میں ڈالے گا بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے ایک درہم خرچ کے مقابلے میں ستر قنطار (قنطار احد پہاڑ کے برابر وزن کو کہتے ہیں) سے بھی بہتر رزق عطا فرماتا ہے (روح البیان) لہٰذا محتاجگی سے ہرگز خوف نہ کھایا جائے بلکہ جی بھر کر صدقات کیے جائیں اور مال و دولت کو اللہ کے راستہ میں خرچ کر کے اس کے الطاف کریمانہ کا انتظار کیا جائے۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَۃً تُطَھِّرُھُمْ وَتُزَکِّیْھِمْ بِھَا. (سورہ توبہ آیت۔۱۰۳) اے محبوب ان کے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل کرو جس سے تم انھیں اور پاکیزہ کردو۔ اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ چند صحابۂ کرام جنگ تبوک میں شریک نہ ہوئے تھے تو بعد میں ان صحابۂ کرام کو جنگ میں شریک نہ ہونے پر بڑا افسوس ہوا جب سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم جنگ سے واپس ہوئے اور مدینہ شریف کے قریب پہنچے تو ان لوگوں نے قسم کھائی کہ ہم لوگ مسجد نبوی شریف کے ستون سے بندھ جائیں گے اور اس وقت تک بندھے رہیں گے جب تک کہ حضور سید المرسلین ﷺ خود اپنے دست مبارک سے نہ کھول دیں جب آپ تشریف لائے تو ان لوگوں کے تعلق سے ارشاد فرمائے خدا کی قسم میں انھیں نہ کھولوں گا نہ ان کا کوئی عذر قبول کروں گا یہاں تک کہ رب تعالیٰ کی طرف سے انھیں کھولنے کا حکم دیا جائے پھر جب رب تعالیٰ کی طرف سے انھیں کھولنے کا حکم دیا گیا تو رسول دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں کھولا۔

صحابہ کرام ستونوں سے کھلنے کے بعد اپنے گھروں کو چلے گئے اور اپنے تمام مال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکات میں پیش کر دیے اور عرض گزار ہوئے یارسول اللہ یہی مال ہم لوگوں کو جنگ میں جانے سے محروم رکھا آپ جس طرح چاہیں انھیں خرچ کریں تو حضور ﷺ نے فرمایا مجھے تمہارے مال لینے کا حکم نہیں دیا گیا ہے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں بتایا گیا کہ جو لوگ جنگ میں نہ جا سکے لیکن اب اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے مال پیش کرتے ہیں تو انھیں لے لیجیے اور ان مالوں کو لے کر انھیں ان گناہوں سے بھی پاک کیجیے جو جنگ میں نہ جانے سے ہوئے اور ان کی نیکیاں بڑھا کر سراتب مخلصین پر بھی پہنچا دیجیے۔ (روح البیان۔ خزائن العرفان) راہ خدا میں مال خرچ کرنے والوں پر نازل ہونے والے انعامات و برکات کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایئے:

رب کائنات نے اپنے ایک نبی کے پاس ایک مرتبہ وحی نازل فرمائی کہ فلاں شخص کے تعلق سے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس کی آدھی عمر محتاجگی میں اور آدھی عمر مالداری میں گزرے آپ اس شخص سے پوچھیے کہ وہ پہلے محتاجگی چاہتا ہے یا دولت مندی اللہ کے نبی نے اسے بلا کر یہ واقعہ سنایا اور پوچھا کہ تو کیا چاہتا ہے تو اس نے اس سلسلے میں اپنی بیوی سے مشورہ کرنے کی اجازت طلب کی اللہ کے نبی نے اسے اس بات کی اجازت دے دی جب اس نے اپنی بیوی سے مشورہ کیا تو بیوی نے پہلے دولت مندی چاہنے کا مشورہ دیا۔

شوہر نے کہا میرا خیال ہے پہلے محتاجگی طلب کرنی چاہیے اس لیے کہ آرام کے بعد پریشانی جھیلنی بہت بڑی دشواری کی بات ہے لیکن پریشانی کے بعد آرام بہت بڑی نعمت اور قابل لحاظ راحت وسکون ہے بیوی نے کہا آپ ٹھیک کہتے ہیں مگر اس بار میرے کہنے پر عمل کر کے

دیکھئے تو وہ شخص اس پر راضی ہو گیا اور اللہ کے نبی کی بارگاہ میں حاضر ہو کر پہلے دولت مندی ملنے کی خواہش ظاہر کی اللہ کے نبی کی دعا سے وعدہ پورا ہوا اور وہ شخص مالدار ہو گیا مالداری ملنے کے بعد بیوی نے کہا اگر تو اس دولت میں پائداری چاہتا تو اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے میں بخالت نہ کر اس نے اس نصیحت پر عمل کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ جب وہ کوئی کپڑا اپنے لیے خریدتا تو دوسرا کپڑا کسی مسکین کے لیے ضرور خریدتا جب اس کی آدھی عمر ختم ہو گئی تو رب تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ وحی نازل فرمائی کہ اگر چہ اب اس کی محتاجگی کی باری ہے لیکن چوں کہ اس نے میری نعمتوں کا حق ادا کیا ہے اس لیے اسے یہ مژدہ سنا دو کہ اس کی باقی عمر بھی دولت مندی میں گزرے گی۔ (تفسیر روح البیان پارہ۔۱)

اور کار خیر میں جو بھی مال خرچ کیا جائے اس میں نہ احسان جتلایا جائے اور نہ اپنی بڑائی اور نام ونمود کا تصور ذہن میں آنے دیا جائے ورنہ آخرت میں کچھ بھی اجر وثواب نہ ملے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یَـااَیُّهَـاالَّـذِیْـنَ آمَنُوْا لَاتُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی کَـالَّـذِیْ یُـنْـفِـقُ مَـالَـهٗ رِئَـاءَ الـنَّـاسِ وَلَایُؤْمِنُ بِااللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ. (سورہ بقرہ آیت۔۲۶۴)

اے ایمان والو اپنے صدقے باطل نہ کر و احسان رکھ کر اور ایذا دے کر اس طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرے اور اللہ اور قیامت پر ایمان نہ لائے۔

یعنی اپنے دیئے ہوئے صدقات کے ثواب کو عار دلا کر اور احسان جتلا کر باطل نہ کرو جس طرح منافقین اپنے مالوں کو ریاکاری کے لیے خرچ کر کے ضائع کر دیتے ہیں انھیں رضائے الٰہی مقصود نہیں ہوتی۔ لیکن کچھ لوگوں کا حال یہ ہے کہ احسان کرنے کے بعد احسان جتلانے سے گریز نہیں کرتے تا کہ جس پر انھوں نے احسان کیا ہے اس کے دل میں ان کی عقیدت واہمیت پیدا ہو جائے اور لوگوں پر ان کی برتری ظاہر ہو جائے جبکہ احسان جتلانے سے معاملہ بالکل برعکس ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کچھ لوگ نام ونمود کے لیے بے دریغ مال خرچ کرتے ہیں۔

تو ایسے لوگ جان لیں کہ دنیا میں تو وہ نفرت کی نگاہ سے دیکھے ہی جاتے ہیں آخرت میں بھی ان کے ثواب سے محروم کر دیئے جائیں گے۔

اب زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں پر رب تعالیٰ کے قہر وغضب اور اس کی ادائیگی سے غفلت کرنے پر ہونے والے نقصانات کا بغور ملاحظہ کر کے آخرت برباد کرنے والے اس عمل سے نفرت وبے زاری کا ظہار کیجیے۔ رب تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے۔ وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَخَیْراً لَّهُمْ بَلْ هُوَشَرٌّلَّهُمْ سَیُطَوَّقُوْنَ مَابَخِلُوْابِهٖ یَـوْمَ الْـقِیَـامَةِ۔ (سورہ آل عمران آیت۔۱۸۰) اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دی ہرگز اسے اپنے لیے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لیے بُرا ہے عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا۔ یعنی جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا لیکن اس نے اس مال کی زکوٰۃ ادا نہ کی تو اسے سانپ کی شکل میں کر کے اس کی گردن میں ڈال دیا جائے گا جیسا کہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے جسے مال دیا لیکن اس نے اس مال کی زکوٰۃ ادا نہ کی تو اس کا مال قیامت کے دن اس کے لیے اژدہا کی شکل میں کر دیا جائے گا جس کے سر میں دو چتیاں (دھبے) ہوں گی وہ سانپ اس کا طوق بن جائے گا جو اس کے دونوں جبڑوں کو ڈسے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں پھر آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی۔

جو مال کی زکوٰۃ میں بخل کرے گا تو اسے سانپ کو طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائیگا جو اسے مونڈھے سے پاؤں تک ڈنک مارے گا، اس کے سر کو پھوڑے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں۔ (تفسیر روح البیان) اسی طرح کی حدیث بخاری میں بھی ہے۔

وَالَّـذِیْـنَ یَـکْـنِـزُوْنَ الـذَّهَبَ وَالْفِضَّةَوَلَایُنْفِقُوْ نَهَافِیْ سَبِیْـلِ الـلّٰـهِ فَبَشِّرْهُمْ بَعَذَابٍ اَلِیْمٍ. یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْهَافِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُلْوٰیْ بِهَاجِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَامَاکَنَزْتُمْ

لَانۡفُسِكُمۡ فَذُوۡقُوۡامَاكُنۡتُمۡ تَكۡنِزُوۡنَ ۔(سورہ توبہ آیت ۳۴۔۳۵)

اوروہ کہ جوڑ کرر کھتے ہیں سونا چاندی اوراسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں خوشخبری سناؤ دردناک عذاب کی جس دن وہ تپایا جائے گا جہنم کی آگ میں پھراس سے داغیں گےان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں ، یہ ہے وہ جوتم نے اپنے لیے جوڑ کرر کھا تھا۔اب چکھومزااس جوڑنے کا۔یعنی جولوگ مال جمع کرتے ہیں لیکن ان کی زکوٰۃ ادانہیں کرتے تو ان مالوں کوجہنم کی آگ سے گرم کیا جائے گا پھران گرم کردہ مالوں سےان کی پیشانیاں،کروٹیں اور پیٹھیں داغی جائیں گی اورڈالتے وقت ان سے کہاجائے گا یہ وہ دولت ہے جسےتم نے دنیامیں جمع کیا تھااپنے منافع کے لیے اب وہی دولت تمھیں نقصان پہنچارہی ہے۔

ان تینوں اعضاکوداغنے میں حکمت یہ ہے کہ جب دولت مندطالب زکوٰۃ کودیکھتا ہے تو تیور چڑھالیتا ہے پھرجب سائل اس سے کچھ مانگتا ہے تو پیٹھ کی طرف منہ پھیرلیتا ہے فقیرجب اسے مزید پریشان کرتا ہے تواپنی جگہ سے اٹھ جاتا ہے اورسائل کو پیٹھ دیکھا کر چلا جا تا ہے۔(تفسیرروح البیان)

آقائے دوجہاں ﷺ ارشادفرماتے ہیں کہ زکوٰۃ کا مال جس مال میں ملا ہوگا اسے تباہو برباد کردے گا۔

ایک حدیث پاک میں ہے کہ خشکی وتری میں جو مال تلف ہوتا ہے وہ زکوٰۃ نہ دینے ہی سے تلف ہوتا ہے۔(تفسیرروح البیان)

اسی وجہ سے دیکھا گیا ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے والے بسااوقات اتنے بڑےخرچ میں پڑجاتے ہیں کہ زکوٰۃ کی مقدار سے کہیں زیادہ ان کے مال صرف ہوجاتے ہیں۔

مذکورہ بیانات سے یہ حقیقت خوب واضح ہوگئی کہ اگرہم نے زکوٰۃ ادانہ کی تو یہ ہمارے لیے بڑے نقصان وخسارے اور بربادی کا سبب ہوگا لیکن اگرہم نے مال کاحق ادا کردیا تو بفضلہٖ تعالیٰ دنیامیں اس مال کے اندر بہت زیادہ برکت بھی ہوگی اوروہ مال تلف ہونے سے بھی بچ جائے گا اورآخرت میں ہم بہت زیادہ ثواب سے بھی نواز دیے جائیں گے۔واضح ہو کہ جس کے پاس ساڑھے سات تولہ(ایک تولہ گیارہ گرام چھ سو چونسٹھ ملی گرام کا ہوتا ہے) سونایاساڑھے باون تولہ چاندی یااتنی چاندی اورسوناخریدنے کی قیمت یامال تجارت ہواس پرزکوٰۃ فرض ہے۔

اگرسوناچاندی میں سےکوئی بھی نصاب کی مقدار پرنہیں توسونے کی قیمت کی چاندی یاچاندکی قیمت کاسونافرض کرکے ملائیں اگرملانے پربھی نصاب نہیں ہوتا توزکوٰۃ فرض نہیں(بہارشریعت)

اگرمال تجارت کی قیمت تونصاب کونہیں پہنچتی مگراس کے پاس ان کے علاوہ سونایاچاندی بھی ہےتوان کی قیمت سونے چاندی کے ساتھ ملاکرمجموعہ کردیں اگرمجموعہ نصاب کوپہنچ جائے توزکوٰۃ فرض ہے۔(ایضاً)

اگرسوناچاندی میں کھوٹ ہوجیسا کہ آج کل زیوات میں رائج ہےتواگرسوناچاندی غالب یابرابرہوتواسے سوناچاندی قراردیاجائے گااورسب پرزکوٰۃ فرض ہوگی اوراگرکھوٹ زیادہ ہوتوکسی پرزکوٰۃ فرض نہیں۔(ایضاً)

اگرمالک نصاب نے درمیان سال میں کچھ اورمال اسی جنس کاحاصل کیاتونئے مال کاسال الگ سے شمار نہ ہوگا بلکہ پہلے مال کاسال تمام اس مال کابھی سال تمام ہوگااگرچہ اس نے نئے مال کوسال تمام ہونے سےایک ہی منٹ پہلے حاصل کیا۔(ایضا)

کرایہ پرچلنے والےٹرکوں اوربسوں کی قیمتوں پرزکوٰۃ فرض نہیں کہ زکوۃ تین قسم کے مالوں پرواجب ہےسوناچاندی یاان کی قیمت پر۔ مال تجارت پراور چرائی پرچھوٹے ہوئے جانوروں پر۔

اورکرایہ پرچلنے والےٹرکوں اوربسوں کی قیمت مذکورہ چیزوں میں سےنہیں ہاں جن گاڑیوں کوبیچنے کے لیےخریدا گیا تواب ان کی قیمتوں پرزکوٰۃ فرض ہے کہ یہ گاڑیاں مال تجارت میں داخل ہوگئیں۔

اورزکوٰۃ فرض ہونے کے بعداس کی ادائیگی فوراً واجب ہے تاخیرسےگناہ ہوگا فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

تجب علی الفور عند تمام الحول حتیٰ یاثیم بتاخیر مـامـن غیرعذرٍ . سال پوراہونے پرزکوٰۃ کی ادائیگی فوراًواجب ہے بغیرعذرتاخیرسےگناہ ہوگا۔

لہٰذا اگر رمضان المبارک سے پہلے سال تمام ہو جائے تو رمضان المبارک تک اس کی ادائیگی میں تاخیر کرنا جائز نہیں ہاں اگر رمضان المبارک کے بعد سال پورا ہونے والا ہو تو اب رمضا لمبارک میں زکوٰۃ کی ادائیگی جائز ہے۔ ان باتوں پر بھی دھیان رہے کہ زکوٰۃ کا رکن فقیر کو مال کا مالک بنا دینا ہے لہٰذا اگر کسی فقیر پر زید کا قرض ہو اب زید جس پر زکوٰۃ فرض ہے اس نے زکوٰۃ کی نیت سے قرض معاف کر دی تو زکوٰۃ ادا نہ ہوئی کہ ادائیگی زکوٰۃ کے لیے تملیک فقیر شرط ہے جو یہاں نہیں پائی گئی اس کی جائز صورت یہ ہے کہ زید زکوٰۃ کی رقم زکوٰۃ کی نیت سے فقیر کو دے اب وہ بعد قبضہ زید کو قرض کی رقم واپس کر دے تب قرض بھی ادا ہو جائے گا اور اس کی زکوٰۃ بھی ادا ہو جائے گا۔

اگر اراکین مدارس زکوٰۃ کی رقم سے طلبہ کو کھانا کھلائیں تو جائز نہیں کہ کھانا کھلانے میں اباحت پائی جاتی ہے تملیک نہیں پائی جاتی یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی طالب علم کھانا کھانے کی بجائے اسے بیچ دے یا کسی کو ہبہ کر دے تو ذمہ داران مدرسہ کو ضرور اعتراض ہوتا ہے۔ یوں ہی زکوٰۃ کی رقم تعمیر مدرسہ یا تنخواہ مدرسین میں بھی خرچ کرنا جائز نہیں کہ تملیک فقیر یہاں بھی مفقود ہے لہٰذا ان چیزوں میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنے سے زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اور ناظم مدرسہ پر ان تمام روپیوں کا تاوان دینا لازم ہوگا۔

ان باتوں سے ان مدارس اسلامیہ کے اراکین سبق حاصل کریں جو زکوٰۃ کی رقم سے تعمیرات، تنخواہ کی ادائیگی اور طلبہ کو کھانا کھلانے جیسے کام بلا جھجھک انجام دیا کرتے ہیں جب کہ مدارس اسلامیہ کے قیام کا مقصد ہی لوگوں میں اسلامی عقائد و نظریات کی پختگی پیدا کرنا اور انھیں احکام شرعیہ پر عمل کا پابند بنانا ہے۔

ہاں زکوٰۃ کی رقم کو مدارس اسلامیہ میں خرچ کرنے کی جائز صورت یہ ہے کہ اسے حیلۂ شرعیہ کے بعد خرچ کی جائے کیوں کہ زکوٰۃ وفطرہ کے اصل مستحقین تو فقرا ومساکین ہی ہیں مگر چوں کہ اور دنوں مالداروں کے اندر راہ خدا میں مال صرف کرنے کی رغبت بہت کم نظر آتی ہے اور دین کی بقا کے لیے دینی مدارس کا وجود لازم ہے تو اگر مدارس اسلامیہ کا مدار صرف عطیات وخیرات پر رکھا جائے تو یہ بند ہوتے نظر آئیں گے جس کی وجہ سے اسلام کو زبردست نقصان پہنچے گا تو اہم ترین ضرورت کے پیش نظر فقہائے کرام نے حیلۂ شرعیہ کے بعد زکوٰۃ کی رقم کو مدارس اسلامیہ میں صرف کرنے کی اجازت دی ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ فقہائے کرام نے حیلۂ شرعیہ کی اجازت صرف امور دینیہ کے لیے دی ہے اس لیے دنیاوی اسکول وکالج کے لیے حیلۂ شرعیہ کی اجازت ہرگز نہ ہوگی کیوں کہ یہ امور دینیہ سے نہیں ہیں۔

حیلۂ شرعیہ کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اپنے دولت کدے میں تشریف فرما ہوئے گھر میں گوشت پک رہا تھا خدمت اقدس میں روٹی اور سالن پیش کیا گیا تو فرمایا کیا ہانڈی میں گوشت نہیں ابل رہا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ وہ گوشت صدقہ کا ہے جو بریرہ کو کسی نے دیا ہے اور حضور صدقہ تناول نہیں فرماتے تو فرمایا وہ گوشت بریرہ کے لیے صدقہ ہے اور (اگر وہ مجھے دے دے تو) میرے لیے ہدیہ ہے۔ (مشکوٰۃ ص:۱۶۱)

حیلۂ شرعیہ کا طریقہ یہ ہے کہ مال زکوٰۃ فقیر کو دے کر اسے مالک بنا دیا جائے پھر وہ فقیر اس کے کہنے پر یا خود سے امور دینیہ میں خرچ کرنے کے لیے دے دے۔ اور غور کرنے کی بات ہے کہ جب مدارس اسلامیہ میں بغیر حیلۂ شرعیہ زکوٰۃ کی رقم استعمال کرنا جائز نہیں تو جو محصلین زکوٰۃ کی وصولی ہوئی رقم میں سے ایک پیسہ بھی مدارس اسلامیہ کو نہیں دیتے یہ اور بھی کتنا مذموم عمل اور کتنا عظیم جرم ہوگا بلکہ محصلین کر لیے مال زکوٰۃ سے سفر خرچ وغیرہ لینا بھی جائز نہیں ہے اس لیے کہ وہ وکیل ہوتے ہیں اور وکیل کے لیے بغیر تملیک مال میں تصرف جائز نہیں اور بغیر تملیک، تصرف سے زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ بھی ادا نہ ہوگی تو پھر ان پر خرچ کی ہوئی رقم کا تاوان دینا واجب ہوگا۔ اس کی جائز صورت یہ ہے کہ محصلین بلا تصرف زکوٰۃ کی رقم انتظامیہ کے حوالے کریں پھر انتظامیہ حیلۂ شرعیہ کے بعد محصلین کو سفر خرچ وغیرہ ادا کر دے۔

محمد صلاح الدین رضوی استاذ جامعہ ضیائیہ فیض الرضا،
سیتامڑھی بہار رابطہ نمبر 805156547

عہد رسالت مآب میں سورج گہن کا واقعہ

تحریر: فیضان المصطفیٰ قادری

زیر نظر تحریر کا مرکزی موضوع دراصل سورج گھن کے تعلق سے "مذھبی اور سائنسی نظریے کے تصادم کا حل" ھے۔ لیکن اس کو سمجھنے کے لیے عھد رسالت میں اس کا واقعاتی پھلو دلچسپی سے خالی نھیں۔ اور اس کے ایسے متعدد پھلو ھیں جن کی تفتیش کرنے اور معلومات جمع کرنے کی ضرورت ھے۔

عہد رسالت مآب میں سورج گہن کا واقعہ جو ریکارڈ میں ہے وہ ایک بار ہوا، اور اتفاق سے اسی دن ہوا جس دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے ایام شیر خوارگی میں وفات پائی۔ لوگ کہنے لگے کہ حضرت ابراہیم کی موت کے سبب سورج میں گہن لگا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر واضح فرمایا کہ سورج اور چاند گہن کو کسی کی موت وحیات سے تعلق نہیں، بلکہ یہ اللہ کی نشانی ہیں، جس سے خوف وخشیت الٰہی کے دواعی پیدا ہونے چاہئیں۔ اصحاب سیر نے وہ تاریخ ۱۰ ربیع الاول ۱۰ھ درج کی ہے۔ جب کہ مسلم ماہرین سائنس نے وہ تاریخ ۲۷ر جنوری ۶۳۲ء بروز پیر مطابق ۲۹ر شوال دسویں ہجری، اور مقامی وقت دن کے دس بجے بتایا ہے۔ دونوں کی تطبیق اور حقیقت کی یافت خود ایک کام ہے۔ لیکن ہم پہلے ان قدسی صفات شخصیتوں کے ذکر سے دل ودماغ معطر کرتے ہیں جن کا ذکر اس واقعہ کا حصہ ہے۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کا مختصر تذکرہ۔

حضرت ماریہ قبطیہ اور حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

امام محمد بن یوسف صالحی شامی کی سیرت کی مشہور کتاب "سبل الہدیٰ والرشاد" اور احوال صحابہ پر مشتمل امام ابن اثیر جزری کی کتاب "اُسد الغابہ" میں جو کچھ درج ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے ہجرت کے ساتویں سال تحفہ میں ایک باندی بھیجی تھی جن کا نام ماریہ بنت شمعون تھا، جن کے ساتھ ان کی بہن سیرین بھی تھیں اور ایک خادم اور بہت کچھ مال ومنال۔ ماریہ مصر کی قبطی قوم سے تھیں جس کی وجہ سے انھیں ماریہ قبطیہ کہا جاتا ہے۔ ان کی بہن سیرین کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو دیدیا، جن سے عبدالرحمٰن بن حسان پیدا ہوئے۔ ماریہ قبطیہ کو حضرت ام سلیم بنت ملحان کے گھر اتارا، اوران پر اسلام پیش کیا، انھوں نے قبول کرلیا۔ تو آپ نے انھیں اپنے لیے قبول فرمایا، اور ان کے قیام کا نظام مدینہ منورہ کے عوالی خطہ میں کردیا۔ ان کی قیام گاہ "مشربہ ام ابرہیم" کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا اسی مقام پر تاحیات سکونت پذیر رہیں حتی کہ سولہ ہجری میں عہد فاروقی میں آپ کی وفات ہوئی۔ اور جنت البقیع شریف میں مدفون ہوئیں۔

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ماہ ذوالحجہ سن آٹھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ان کی ولادت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر مسرت ہوئی کہ ابورافع جنھوں نے ولادت کی بشارت سنائی انھیں ایک غلام عطا کیا، ساتویں دن آپ نے ان کا نام رکھا، اور حلق کرا کر بال کے وزن برابر چاندی صدقہ کیا۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی عمر ابھی تقریباً اٹھارہ ماہ تھی اور ہنوز شیر خوارگی کے ایام، کہ بحکم الٰہی ان کی قضا آ گئی۔ اور ساری کائنات کو صبر کی تلقین کرنے والے باپ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں آنسو آنسو کر کے ہمیشہ کے لیے رخصت ہوگئے۔ حضرت

ابراہیم کی وفات دس ربیع الاول بروز منگل سن دس ہجری کو ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ ادا فرمائی اور انھیں بقیع شریف میں حضرت عثمان بن مظعون کے قریب دفن کیا۔

مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علالت کی خبر ملی تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے ساتھ صاحبزادے کو دیکھنے آئے، والدہ کی گود میں آخری سانسیں لے رہے تھے۔ آپ نے انھیں اپنی گود میں لیا، آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور زبان پر یہ کلمات: اے ابراہیم! اگر یہ (موت) حق نہ ہوتی اور سچا وعدہ نہ ہوتا کہ بعد والے پہلوں سے ضرور ملیں گے تو ہمیں تم پر اس سے بھی شدید غم ہوتا، اے ابراہیم! ہمیں تمہاری جدائی کا غم ہے۔ آنکھیں روتی ہیں، دل غم زدہ ہے مگر ہم زبان سے ایسی بات نہیں کہہ سکتے جو رب کو ناراض کرے۔ (ملخصاً اسد الغابۃ ۱/۱۵۳)

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے انھیں غسل دیا اور حضرت فضل واسامہ بن زید رضی اللہ عنہما قبر میں اترے، سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے کنارے بیٹھے، قبر پر ایک علامت نصب کی اور اس قبر پر پانی کا چھڑکاؤ فرمایا۔ یہ پہلی قبر تھی جس پر پانی کا چھڑکاؤ کیا گیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم کے تعلق سے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ جملے حضرت ابراہیم کی عظمتوں کے امین ہیں۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا مقام:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام بیٹے بیٹیاں قریش کی عظیم خاتون اور آپ کی پہلی زوجہ کریمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں۔ اور آخری بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے، جو آپ کی باندی تھیں قرشیہ نہ تھیں، ہوسکتا ہے رنگ ونسل کا فرق کرنے والا جاہلی مزاج یہ سوچ پیدا کرے کہ پھر تو حضرت ابراہیم کا مقام وہ نہیں ہوگا جو باقی اولاد کا ہے، لہٰذا ان کے تعلق سے حضور پرنور علیہ الصلاۃ والسلام نے چند ایسے امور ذکر کیے جو باقی اولاد کے بارے میں منقول نہیں۔ مثلاً: ابراہیم زندہ ہوتے تو میرے بعد نبی ہوتے، یا میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو ابراہیم ہوتے۔ اس مفہوم کی روایتیں مختلف الفاظ میں مناقب اور رجال کی کتب میں موجود ہیں جن میں کئی روایتیں اسد الغابہ میں نقل کی گئی ہیں۔ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت حضرت ابراہیم کی شکل میں ایک قبطی خاتون کے رحم سے عالم وجود میں آنے کے سبب آپ نے قبطی قوم کو اپنا رشتہ دار قرار دیا۔ بلکہ قبطیوں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت فرمائی۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ)

حضرت ابن شہاب زہری سے مرسلاً اور حضرت اُبی بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اذا ملکتم القبط فاحسنوا الیھم فان لھم ذمة وان لھم رحماً** ۔ (مسند عبدالرزاق رقم ۹۹۹۶) یعنی قبطی قوم پر تمہارا قابو ہو تو ان کے ساتھ احسان کرنا کہ انھیں ذمہ اور رشتہ داری کا شرف حاصل ہے۔

طبرانی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اللہ اللہ فی قبط مصر فانکم مستظھرون علیھم فیکونون لکم عدة واعواناً فی سبیل اللہ تعالیٰ** . (سبل الھدی والرشاد ۱۱/۴۵۹) یعنی مصر کی قبطی قوم کے بارے میں اللہ سے ڈرنا، کہ تم ان پر عنقریب قابو پاؤ گے اور وہ اللہ کی راہ میں تمہارا سہارا اور مددگار رہوں گے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر حضرت ابراہیم زندہ رہتے تو ضرور صدیق اور نبی ہوتے۔ اس پر امام محمد بن یوسف صالحی نے ایک مستقل باب قائم کیا اور متعدد روایتیں درج کی ہیں۔ جن میں ایک یہ ہے: **لو عاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیاً** ۔ امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کا یہ قول نقل کیا کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کو آنا ہوتا تو آپ کے بیٹے ابراہیم کی (اس وقت) وفات نہ ہوتی۔ لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ (سبل الہدی والرشاد ۱۱/۴۵۷)

مصنف نے اس مقام پر متعدد روایتیں درج کی ہیں جن میں ضعاف بھی ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ امام ابو عمر نے اس پر یہ ریمارک دیا کہ یہ کیا بات ہوئی؟ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا نبی نہ تھا۔ ہر نبی

سے نبی ہی پیدا ہوتو ہر شخص نبی ہوتا، کہ سب حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں ہیں۔ (ملخصا اسد الغابۃ ۱/۱۵۵)

امام نووی نے بھی تہذیب میں فرمایا: یہ روایت کہ ''حضرت ابراہیم حیات رہتے تو نبی ہوتے'' باطل ہے۔ اور غیب پر جسارت ہے۔ اس پر شیخ الاسلام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: امام نووی کا یہ انکار عجیب ہے جب کہ یہ روایت تین صحابہ سے مروی ہے۔ شاید انھیں اس کی تاویل کی صورت نہ ملی۔ حالانکہ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قضیہ شرطیہ ہے جس کا وقوع لازم نہیں اور کسی صحابی پر گمان نہیں کیا جاسکتا کہ ایسی بات محض اپنے گمان سے کہہ دیں۔ (اصابہ) اور فتح الباری میں فرمایا کہ اگر یہ روایتیں امام نووی کے ذہن میں رہتیں تو ایسی بات نہ کرتے۔ (مختصراً سبل الہدی والرشاد ۱۱/۴۶۱)

سورج گہن کا واقعہ:

اتفاق یہ کہ جس دن حضرت ابراہیم کا وصال ہوا اسی دن سورج کو گہن لگا۔ دور جاہلیت میں لوگوں کا خیال تھا کہ ایسا کسی بڑی شخصیت کی وفات کے سبب ہوتا ہے۔ چنانچہ اس موقع پر بھی یہ بات لوگوں کی زبان پر آئی۔ ظاہر ہے یہ بات لوگوں کی زبان پر سرکار کی محبت اور حضرت ابراہیم کے احترام ہی میں آئی، دنیادار ایسی باتوں پر خوش ہوتے ہیں کہ بیٹے کی عظمت کا سکہ مفت لوگوں کے دلوں پر بیٹھے، کیا فرق پڑتا ہے۔ لیکن مقام رسالت اس قسم کے اوہام کو گوارا کرنے نہیں دیتا، اور حق بات زبان رسالت مآب سے جاری ہوتی ہے۔ خطبہ ارشاد ہوتا ہے، اس میں فرماتے ہیں کہ لوگوں کا یہ خیال غلط ہے، بلکہ سورج اور چاند گہن اللہ کی نشانیاں ہیں کسی کی موت و زیست سے اس کا تعلق نہیں۔

یہ واقعہ کب ہوا؟ شارحین حدیث فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ سن دس ہجری ربیع الاول شریف کی دسویں تاریخ کو ہوا۔ لیکن ماہرین حساب کہتے ہیں کہ وہ تاریخ ۲۷/جنوری ۶۳۲ء تھی جس کے مطابق قمری تاریخ ۲۹/شوال سن دس ہجری تھی۔ کیونکہ سال دس ہجری ذوالقعدہ کی پہلی تاریخ ۲۹/جنوری بروز بدھ کو تھی۔ ذوالقعدہ ۲۹ کا مہینہ تھا اور پہلی ذوالحجہ ۲۷/فروری بروز جمعرات اس طور پر کہ حجۃ الوداع شریف بروز جمعہ ۶/مارچ کو ہوا۔ ان کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جزیرۃ العرب میں جتنے سورج گہن یا چاند گہن ہوئے ان کا ریکارڈ یہ ہے:

مکی دور:

۲۳ جولائی ۶۱۳ء بروز پیر مقامی وقت کے مطابق دن کے دس بجے۔

۲۱/مئی ۶۱۶ء بروز جمعہ مقامی وقت کے مطابق دن کے دن دس بجے۔

۴/نومبر ۶۱۷ء بروز جمعہ مقامی وقت کے مطابق دن کے گیارہ بجے۔

۲/ستمبر ۶۲۰ء بروز منگل مقامی وقت کے مطابق دن کے دس بجے۔

مدنی دور:

۲۱/اپریل ۶۲۷ء بروز منگل مطابق ۲۹/ذوالقعدہ پانچویں ہجری مقامی وقت کے مطابق دن کے گیارہ بجے۔

۲۷/جنوری ۶۳۲ء بروز پیر مطابق ۲۹/شوال دسویں ہجری، مقامی وقت کے مطابق دن کے دس بجے

سورج گہن سے متعلق حدیث کا ارشاد:

اس واقعہ کے بارے میں حدیث کی تمام کتابوں میں روایتوں کا ذخیرہ موجود ہے، لیکن عموماً یہ روایتیں اس واقعہ کی تفصیلات نہیں دیتیں، بلکہ یہ آپ کے خطبے کی تفصیلات دیتی ہیں، اور یہ بتاتی ہیں کہ صلاۃ الکسوف کیسے ادا کی جائے؟ ہم ذیل میں انھیں روایات کے سہارے کچھ حقائق معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں:

بخاری شریف کتاب الکسوف میں ہے:

عن المغيرة بن شعبة قال كسفت الشمس على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم مات ابراهيم فقال الناس كسفت الشمس لموت ابراهيم، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان الشمس والقمر لاينكسفان لموت احد ولا لحياته فاذا رأيتم فصلّوا وادعوا الله.

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج گہن آلود ہوا اس دن جس دن آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی

اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو لوگ کہنے لگے کہ ایسا حضرت ابراہیم کی موت کے سبب ہوا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند کو کسی کی موت وحیات کے سبب گہن نہیں لگتا، جب تم ایسا دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ سے دعا کرو۔

یہ بات قابل غور ہے کہ اس دن پہلے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا پھر سورج میں گہن لگا؟ یا پہلے سورج گہن ہوا، پھر ان کا انتقال ہوا۔ پہلی صورت میں اس عقیدت کا مفہوم یہ ہوگا کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے انتقال کے غم میں سورج بھی شریک ہوگیا۔ اور دوسری صورت میں یہ جاہلی واہمہ ہوگا کہ آسمان کے کواکب پر جو کچھ تغیرات واقع ہوتے ہیں ان کے نتیجہ میں زمین پر بھی تبدیلیاں آتی ہیں۔ پہلے کیا ہوا ؟ اس کی تحقیق کچھ قرائن نیز حدیث کے الفاظ ’’لاینکسفان لموت احد‘‘ میں غور وخوض کے ذریعہ کی جاسکتی ہے کہ لام علت پر داخل ہے یا معلول پر؟ جس اہتمام کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے قول کی تردید کی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ پہلے سورج گہن لگا بعد میں انتقال ہوا، کیوں کہ آپ نے اس بات کا دوسرے موقعوں پر بھی شدت سے رد کیا ہے کہ کواکب کے تغیرات سے زمین پر خیر وشر کے واقعات ہوتے ہیں۔

بخاری شریف میں ہی حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ سورج گہن ہوا تو آپ اپنی چادر شریف گھسیٹتے ہوئے مسجد کے اندر داخل ہوئے اور ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی۔ (باب الکسوف رقم 1040)

مسلم شریف میں حضرت اسما رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ سورج گہن آلود ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا گئے اور قمیص کی بجائے چادر لے لی۔ **ففزع فأخطأ بدرع حتی أدرک بردائه** . (مسلم شریف کتاب الکسوف، فتح الباری ۲/۶۶۹)

اس گھبراہٹ کا سبب خشیت الٰہی تھا جس پر دلیل بخاری شریف کی حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث ہے:

قال رسول الله ﷺ ان الشمس والقمر آیتان من آیات الله لاینکسفان لموت احد ولکن الله تعالیٰ یُخوِّفُ بهما عباده . (البخاري كتاب الكسوف)

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی دو نشانیاں ہیں، انھیں کسی کی موت کے سبب گہن نہیں لگتا، بلکہ اللہ تعالیٰ ان سے اپنے بندوں کو خوف دلاتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ کس بات کا خوف تھا؟ اس کا حل حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے یہ ملتا ہے کہ یہ قیامت کا خوف تھا۔ اس کی تخریج امام طحاوی نے کی، فرماتے ہیں کہ عہد رسالت مآب میں سورج گہن ہوا تو گھبراہٹ سے اٹھ کھڑے ہوئے کہ کہیں قیامت تو نہیں حتی کہ مسجد میں تشریف لائے اور طویل ترین قیام ورکوع وسجود والی نماز ادا کی کہ اتنی طویل میں نے کبھی نہ دیکھی، پھر فرمایا: یہ نشانیاں ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے، کسی کی موت وزیست کے سبب ایسا نہیں ہوتا، بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوف دلاتا ہے۔ جب تم کچھ ایسا دیکھو تو گھبرا کر اللہ تعالیٰ کے ذکر ودعا واستغفار کی طرف بڑھو۔ طحاوی شریف کی روایت یہ ہے:

عن أبي موسی قال خسفت الشمس في زمان رسول الله صلی الله علیه وسلم فقام فزعاً یخشی أن تکون الساعة حتی اتی المسجد فقام یصلي باطول قیام ورکوع وسجود ما رأیته یفعله فی صلوٰة قط ثم قال ان هذه الآیات التی یرسل الله عزوجل لاتکون لموت احد ولا لحیاته ولکن الله عزوجل یُخوِّف عباده فاذا رأیتم شیئا منها فافزعوا الی ذکر الله ودعائه واستغفاره. (شرح معاني الآثار باب صلوٰة الکسوف کیف هي)

مسند امام احمد بن حنبل میں جو تفصیل ہے اس میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا تو اس میں یہ بھی فرمایا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ گہن اور ستاروں کا اپنے مطالع سے ادھر ادھر ہونا بڑے لوگوں کی موت کے سبب ہوتا ہے، یہ غلط ہے، بلکہ یہ اللہ کی نشانیاں ہیں اللہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے کہ ان میں کون توبہ کرتا ہے، قسم اللہ کی، میں نے ابھی نماز میں وہ سب کچھ دیکھ لیا جس کا تم اپنی دنیا وآخرت میں سامنا کروگے۔ (مترجماً مسند احمد رقم 20178) (جاری)

خضر راہ

اس کالم میں قارئین اور دانشوران ملت کے مختلف مسائل پر خیالات اور قلبی واردات شامل کیے جاتے ہیں (ادارہ)

سفرائے زکوٰۃ سے بدسلوکی۔ ایک المیہ

سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی

یہ حقیقت ہر طرح کے شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ انسان کو اس کے ظاہر و باطن کی ہم آہنگی اور اخلاق و عادات کی نظافت وشفافیت ہی انسانیت کے بلند تر مقام پر فائز کرتی ہے، وہ تمام چیزیں اخلاقیات کے زمرے میں آتی ہیں جن سے انسان کردار و عمل کا دھنی اور مکارمِ اخلاق کا خوگر ہوتا ہے، اخلاق و کردار کو سنوارنے والے اطوار کی پاسداری نہ صرف یہ کہ ہر مسلمان بلکہ ہر انسان کو کرنا لازم وضروری ہے، اسی لیے اس حقیقت کا کوئی انکاری نہیں کہ جس کے اخلاق عمدہ نہ ہوں لوگ اس سے نفرت کرتے اور دور بھاگتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت مکارمِ اخلاق کی تکمیل ہی کے لیے ہوئی ہے، چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں "بعثت لأتمم مکارم الأخلاق،، (مؤطا امام محمد) [میں اسی لیے بھیجا گیا ہوں کہ عمدہ اخلاق کو ان کے کمال تک پہنچاؤں] قرآنِ مقدس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاقِ کریمانہ کا ذکر کچھ اس انداز سے کیا گیا ہے " **فبما رحمة من الله لنت لهم و لو كنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولک،،** (**آلِ عمران: ۱۵۹**) [اے محبوب! اللہ کی کیسی (بے پایاں) رحمت سے آپ اپنے غلاموں (مسلمانوں) کے لئے نرم دل واقع ہوئے ہیں، اگر آپ ترش رو اور سخت دل ہوتے تو وہ ضرور آپ کے گردو پیش سے بھاگ جاتے] اس آیت کریمہ سے بھی معلوم ہوا کہ لوگ بد اخلاق شخص سے ملنا گوارا نہیں کرتے۔ غرض یہ کہ خوش اخلاقی انسانی عظمت اور بلندیٔ کردار کی آئینہ دار ہوتی ہے، اسی لیے مذہبِ اسلام میں اخلاقِ حسنہ پر دیگر مذاہب سے زیادہ زور دیا گیا ہے، لہٰذا بحیثیتِ مسلمان ہر شخص کا فرض ہے کہ معاملاتِ زندگی میں ہر لمحہ خوش اخلاقی سے کام لے۔

چند دنوں کے بعد ہلالِ رمضان المبارک رحمتوں اور برکتوں کی شعائیں بکھیرتا ہوا جلوہ فگن ہونے والا ہے، اہلِ ثروت حضرات علی العموم اسی ماہِ مبارک میں فریضۂ زکوٰۃ سے سبک دوش ہونے کی کوشش کرتے ہیں، اس لیے مدارسِ اسلامیہ کے اراکین و منتظمین تحصیلِ زکوٰۃ کے لیے اپنے ادارے کے علما، فضلا، نظما اور سفرا کو اسی ماہ میں ملک کے طول وعرض میں رہنے والے اہلِ خیر حضرات کی بارگاہ میں بھیجتے ہیں، لیکن حالات وکوائف پر نگاہ رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ بعض اہلِ ثروت ہی خوش دلی، خلوص وللّٰہیت اور باغ و بہار طبیعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس فریضۂ زکوٰۃ کو ادا کرتے ہیں اور در حقیقت یہی لوگ علمائے کرام، فضلائے ذوی الاحترام اور سفرائے نیک نام کے تقدس کا خیال رکھتے اور ان کی عزت وحرمت کا پاس رکھتے ہوئے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، لیکن جو لوگ اس اہم فریضہ کو بارِ خاطر سمجھتے ہیں اور اپنی دولت کا چالیسواں حصہ نکالنے میں ان کا کلیجہ منہ کو آجاتا اور پتہ پانی ہو جاتا ہے وہ لوگ نہ صرف یہ کہ منہ بسورتے ہیں بلکہ بلا وجہ سفرا کو دوڑاتے، پریشان کرتے اور ان کے ساتھ نہایت ترش روئی و بداخلاقی کے ساتھ پیش آتے ہیں، بلکہ اپنی دولت وثروت کے نشے میں چور بعض مالدار تو ایسے جری و بے باک اور ابلیسی جرأت و جسارت کے حامل واقع ہوئے ہیں کہ بڑے بڑے علما کو بھی ڈانٹتے، جھڑکتے بلکہ بعض اوقات دھکہ دیتے ہوئے ذرا بھی شرم وعار محسوس نہیں کرتے۔ **العیاذ باللہ تعالی**. مالداروں کی انہیں بد اخلاقیوں اور بدتمیزیوں کے سبب نہ جانے کتنے علما تحصیلِ زکوٰۃ وصدقات کے عمل سے کنارہ کش ہو چکے ہیں، کیوں کہ ان کی غیرت وحمیت انہیں کسی سیٹھ کے سامنے ہاتھ پھیلانے اور کچھ کہنے کی اجازت نہیں دیتی۔ صدقات وخیرات کا صحیح حق رکھنے والے مدارسِ اسلامیہ کی محرومی اور مذہب ومسلک کے خسارہ ونقصان کے شکل میں اس کا نتیجہ برآمد ہوا ہے اور پیٹ پرست ہر طرح کی ذلت ورسوائی برداشت کر کے فرضی رسیدیں چھپوا کر علی الاعلان

اس بہتی گنگا میں ہاتھ دھورہے اورسیٹھوں کو بے وقوف بنا رہے ہیں، اس کے بہت سے اسباب میں ایک بنیادی سبب دین کا درد، رکھنے والے سفرا حضرات کے ساتھ اہلِ خیرواہل ثروت کا بداخلاقی کے ساتھ پیش آنا اوران کی عزت وحرمت کو پامال کرنا ہے۔ چوں کہ ماہِ صیام جلوہ گر ہونے والا ہے، اس لئے اس طرح کا مزاج رکھنے والے اہلِ ثروت حضرات کی اصلاح کی خاطر اخلاقِ حسنہ سے متعلق کچھ اہم حدیثیں پیش ہیں۔

عالمِ دین کی توہین وتحقیر کرنا تو بہت بڑی بدبختی کی بات ہے، حدیثِ پاک میں عالمِ دین کے حق کو نا قابل اعتنا اور ہلکا سمجھنے والے کو بھی کھلا ہوا منافق کہا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ثلاثة لا یستخف حقهم الّا منافق بین النفاق ذو الشیبة فی الاسلام و ذو العلم و امام مقسط،،

(المعجم الکبیر للطبرانی بحوالہ جامع الاحادیث ج۳ص:۹۴)

ترجمہ: تین شخصوں کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر کھلا منافق۔ایک وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا، اور عالمِ دین اور بادشاہِ اسلام عادل۔

زکوٰۃ وصدقات وصول کرنے والوں کی ایک بڑی تعدار حافظِ قرآن ہوتی ہے، حافظِ قرآن کی کما حقہ تعظیم وتوقیر کرنا، اس کے منصب کا خیال رکھنا اوراس کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آنا درحقیقت اللہ عزوجل کی عظمت وجلال کا اقرار کرنے اوراس کی تعظیم بجالانے کے مترادف ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''انّ من اجلال اللہ اکرام ذی الشیبة المسلم و حامل القرآن غیر الغالی فیه و الجافی عنه و اکرام ذی السلطان المقسط،، (السنن لابی داؤد، باب فی تنزیل الناس منازلھم ج۲ص:۶۶۵)

ترجمہ: بے شک بوڑھے مسلمان کی عزت کرنا، حافظِ قرآن کی عزت کرنا کہ نہ اس میں حد سے بڑھے نہ اس سے دوری برتے اور حاکمِ عادل کی عزت کرنا اللہ رب العزت کی تعظیم سے ہے۔ جب ایک عام مسلمان کو بلاوجہِ شرعی تکلیف دینے اوراس کی عزت کے ساتھ کھلواڑ کرنے کو شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا السلام والتحیۃ نے قطعاً ناپسند کیا بلکہ اس پر سخت وعیدیں بھی سنائیں تو پھر عالمِ دین کی توہین کرنے والے اوران کے حق کو پسِ پشت ڈالنے والے کتنے بڑے مجرم ہیں اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من آذیٰ مسلما فقد آذنی و من آذنی فقد آذ ی اللہ ،، (الترغیب والترھیب للمنذری ج۱ص:۵۰۴ بحوالہ جامع الاحادیث ج۱ص:۱۳۱)

ترجمہ: جس کسی نے کسی مسلمان کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ رب العزت کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کی۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کل المسلم علی المسلم حرام ماله و عرضه و دمه حسب امرأ من الشر أن یحقر أخاه المسلم،،

(الجامع للترمذی ج۲ص:۱۵۔السنن لابی داؤد ج۲ص:۶۶۹ بحوالہ جامع الاحادیث ج۱ص:۱۳۱)

ترجمہ: ہر مسلمان کا سب کچھ دوسرے مسلمان پر حرام ہے، اس کا مال، اس کی آبرو اوراس کا خون، آدمی کے بد ہونے کو یہ بہت ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے۔

بندوں کی حق تلفی اور دل شکنی بالخصوص علمائے اسلام کے ساتھ ناروا سلوک و نازیبا حرکتیں بہت زیادہ نقصادہ دہ ثابت ہوں گی اور آخرت میں دوزخ میں جانے کا باعث بنیں گی اور علما وحفاظ کو ڈانٹنے اور جھڑکنے والوں کو اپنے اس جرمِ عظیم کی بہت بڑی قیمت چکانی پڑسکتی ہے، یہ لوگ آج تو اپنی دولت وثروت سے مغرور ہوکر حق تلفیاں کررہے ہیں لیکن قیامت میں یہی لوگ مفلس ہوں گے، کیوں کہ حقیقی مفلس تو وہی ہیں جو نماز وروزہ اور صدقات وخیرات کے باوجود قیامت میں بالکل خالی رہ جائیں اوران کی نیکیاں انہیں دے دی جائیں جن کو دنیا میں گالی دی ہو، ذلیل ورسوا کیا ہو یا

بلا اجازتِ شرعی ڈانٹ کر بے عزتی کی ہو۔

حضرت سیدنا احمد بن حرب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''کئی لوگ نیکیوں کی کثیر دولت لیے دنیا سے مالدار خصت ہوں گے مگر بندوں کی حق تلفیوں کے باعث قیامت کے دن اپنی ساری نیکیاں کھو بیٹھیں گے اور اس طرح غریب و نادار ہو جائیں گے،، (تنبیہ المغترین ص:۵۳ دار المعرفہ، بیروت)

اسی طرح حضرت شیخ سیدنا ابوطالب محمد بن علی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''زیادہ تر (اپنے نہیں بلکہ) دوسروں کے گناہ ہی دوزخ میں داخلے کا باعث ہوں گے جو (حقوق العباد تلف کرنے کے سبب) انسان پر ڈال دیے جائیں گے، اسی طرح بے شمار افراد (اپنی نیکیوں کے سبب نہیں بلکہ) دوسروں کی نیکیاں حاصل کر کے جنت میں داخل ہو جائیں گے،، (قوت القلوب ج۲ص:۲۹۲)

نیکیوں کے باوجود دوزخ میں جانے والے وہ ہوں گے جنہوں نے بندوں کی حق تلفی و دل شکنی کی ہوگی اور کم نیکیوں کے باوجود جنت کے حق دار بننے والے وہ ہوں گے جن کی حق تلفی کی گئی ہوگی اور جن کو بلا وجہ دنیا میں رسوا کیا گیا ہوگا۔ اس لیے سب پر بالخصوص اہلِ ثروت پر زبان کی حفاظت کرنا نہایت لازم و ضروری ہے، اسی لیے حدیثِ پاک میں زبان کی حفاظت پر بڑا زور دیا گیا ہے، یہاں تک فرمایا گیا:

"انّ العبد یتکلم بالکلمة ینزل بها فی النار ابعد ما بین المشرق والمغرب ،، (الصحیح لمسلم ج۲، کتاب الزہد والرقاق، باب حفظ اللسان)

ترجمہ: بے شک بندہ کوئی ایسی بات کہہ دیتا ہے جس کی وجہ سے (کسی کی دل شکنی ہو جاتی ہے یا کسی کے آزار کا سبب بن جاتی ہے اور) وہ دوزخ میں اتنی دور چلا جاتا ہے جتنا مشرق و مغرب کے درمیان فاصلہ ہے۔

"انّ العبد لیتکلم بالکلمة ما یتبین ما فیها یهوی بها فی النار ابعد ما بین المشرق والمغرب ،، (المرجع السابق) ترجمہ: بے (کبھی کبھی) بندہ ایسا کلمہ کہہ دیتا جس کی سنگینی کا اسے پتہ نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے وہ دوزخ میں اتنی دور جا گرتا ہے جتنا مشرق و مغرب میں فاصلہ ہے۔

اس لیے اہلِ خیر و ثروت حضرات سے گزارش ہے کہ اپنی جانوں پر ترس کھائیں اور سفرائے مدارس کے ساتھ رفق و ملاطفت کا معاملہ فرمائیں، آپ کی زبان کسی بھی حال میں ان کی دل شکنی یا بے عزتی کا سبب نہ بننے پائے، اس فرمانِ خداوندی'' یا ایها الذین آمنوا لا تبطلوا صدقاتکم بالمنّ والاذیٰ ،، [اے ایمان والو! احسان جتلا کر یا تکلیف دے کر اپنے صدقات و خیرات کو ضائع نہ کرو] کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں، ورنہ سارے کیے کرائے پر پانی پھر جائے گا۔ آپ کا ان علمائے باوقار و فضلائے ذوی الاحترام کے ساتھ حسنِ اخلاق و کشادہ پیشانی کے ساتھ پیش آنا، راہِ خدا میں منّ و اذیٰ کے ساتھ لاکھوں روپے خرچ کرنے سے بہتر ہے، آپ کی بداخلاقی، ترش روئی اور سخت مزاجی آخرت میں بہت بڑے خسارہ کا باعث بن سکتی ہے۔ اس حدیثِ پاک کو بغور پڑھیں اور عبرت حاصل کریں!

''ایک مرتبہ آقائے کریم ﷺ نے اپنے غلاموں سے استفسار فرمایا: تم لوگ جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں سے جس کے پاس دراہم و سامان نہ ہو وہ مفلس ہے، آپ نے فرمایا (نہیں، بلکہ) میری امت میں (حقیقی) مفلس وہ ہے جو قیامت میں نماز روزہ اور زکوۃ لے کر آیا اور یوں آیا کہ اِسے گالی دی، اُس پر تہمت لگائی، اِس کا مال کھایا، اُس کا خون بہایا، اُسے مارا تو اُس کی نیکیوں میں سے کچھ اِس مظلوم کو دے دی جائیں گی اور کچھ اُس مظلوم کو، پھر اِس کے ذمہ جو حقوق تھے اگر ان کی ادائیگی سے پہلے اِس کی نیکیاں ختم ہو جائیں تو اُن مظلوموں کی خطائیں لے کر اِس ظالم پر ڈال دی جائیں گی، پھر اِسے (دوزخ کی) آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ (الصحیح لمسلم ص۱۳۹۴ حدیث نمبر ۲۵۸۱ دار ابن حزم بیروت) العیاذ بالله تعالیٰ

اللہ رب العزت ہم سب کو بدخلقی کی بلا و آفت اور مسلمانوں بالخصوص علما و فضلا کی حق تلفیوں سے محفوظ فرمائے اور سفرائے مدارسِ اسلامیہ کی عزت و حرمت کا پاس و لحاظ رکھتے ہوئے خوش دلی کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے! آمین. بجاهِ حبیبه النبی الامی الکریم ﷺ۔

بڑا آدمی کون؟

صادق رضا مصباحی، ممبئی

آج ہر طالب علم بلکہ ہر انسان کی سب سے پہلی خواہش یہی ہوتی ہے کہ وہ جلد از جلد بڑا آدمی بن جائے۔ چاہے شہرت کی فضاؤں میں اڑان بھر کر یا خوب پیسہ کما کر یا اعلیٰ سے اعلیٰ عہدے پر پہنچ کر یا کسی اور ذریعے سے مگر ایک بڑا سوال یہ ہے کہ کیا وہ ایک اچھا انسان بھی بننا چاہتا ہے؟۔ ہمیں غور کرنا چاہیے کہ کیا صرف اعلیٰ تعلیم حاصل کر لینے، اچھی سی اچھی ملازمت پا جانے، زیادہ سے زیادہ پیسہ کما لینے، اپنے فن میں کمال ومہارت پیدا کر کے دوسروں کو حیرت زدہ کر دینے اور کسی کمپٹیشن میں اوّل مقام حاصل کر کے واہ واہی لوٹ لینے سے ہی کوئی انسان بڑا اور قابل افتخار آدمی بن جاتا ہے؟ بلاشبہہ یہ ساری چیزیں بڑا آدمی بننے میں معاون ثابت ہوتی ہیں مگر حقیقی معنوں میں ایسا انسان اس وقت تک بڑا آدمی نہیں بن سکتا جب تک اس کا اخلاق، اس کا کردار، اس کے عادات اور اس کے اطوار درست سمت میں نہ ہوں۔ مثال کے طور پر ایک انسان بہت اچھی پوسٹ پر ہے، لوگوں کی نگاہ میں اس کی بڑی عزت واہمیت ہے، ہزاروں لوگ اس کے ماتحت ہیں اور اس کے اشارے اور ایک جنبشِ قلم سے نہ جانے کیا سے کیا ہوسکتا ہے مگر وہ اپنے زیر اثر لوگوں، اپنے ماتحتوں کے ساتھ نہایت ذلت آمیز رویہ اپناتا ہے، انہیں سختی سے جھڑک دیتا ہے، ڈکٹیٹر بن کر ان پر حکومت کرتا ہے، ان کے ساتھ ناانصافی کرتا ہے اور کوئی بھی کام کرانے کے لیے ہزاروں لاکھوں روپے کی رشوت لیتا ہے تو کیا وہ بڑا آدمی ہے؟ دنیا کی نظر میں وہ بڑا آدمی ہو تو ہو لیکن اسلامی نقطۂ نگاہ سے اور اچھے لوگوں کی نظر میں وہ ہرگز بڑا آدمی نہیں ہوسکتا ہے کیوں کہ اسلام ظاہر نہیں باطن دیکھتا ہے وہ باہر سے زیادہ اندر کے حسن پر یقین رکھتا ہے

اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا میں نام پیدا کر لینے، شہرت کی بلندیوں پر پرواز کرنے، سماجی عزت بٹورنے اور زیادہ سے زیادہ مال ودولت حاصل کر لینے کے خواب دیکھنا اچھی بات ہے۔ ہمیں خواب ضرور دیکھنا چاہیے اور پھر اس کے مطابق ہماری جدوجہد بھی جاری رہنی چاہیے کہ کامیابی اسی راستے سے ہمارے پاس آتی ہے مگر میرے عزیزو! ایک بات ہمیں ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ اگر ہمارے اندر بزرگوں کا احترام نہ ہو، چھوٹوں پر شفقت کا جذبہ نہ ہو، غریبوں سے ہم دردی نہ ہو، حق سے دوستی اور باطل سے دشمنی نہ ہو تو ہم بڑے آدمی تو بن سکتے ہیں مگر اچھے اور نیک نام آدمی نہیں بن سکتے۔

چند سال قبل دہلی کے انگریزی روزنامے میں بابا رام دیو کا انٹرویو شائع ہوا تھا۔ اس میں انہوں نے کہا تھا کہ بچپن سے ہی میرا خواب یہ تھا کہ میں بڑا آدمی بنوں اور قدرت نے مجھے بڑا آدمی بنا ہی دیا۔ واضح رہے کہ بابا رام دیو سے آج ہندوستان کا تقریباً ہر شخص واقف ہے اس کے پاس اربوں کھربوں روپے کی جائداد ہے لیکن اب تحقیقات سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ ان میں زیادہ تر غیر قانونی ہیں اور وہ دھوکے سے حاصل کی گئی ہیں اور ان پر مقدمات چل رہے ہیں۔ اب آپ مجھے بتائیے کہ بابا رام دیو اپنے تئیں تو بہت بڑا آدمی بن گیا اس کی خوب شہرت ہوگئی مگر کیا حقیقتاً وہ ویسا ہی ہے؟ کیا اچھے لوگوں کے دلوں میں اس کے لیے کچھ بھی عزت واحترام ہے؟ دنیا والوں کی نظر میں وہ بڑا آدمی ہے مگر کیا واقعتاً وہ اچھا اور نیک نام بھی ہے؟

ایک انسان جلد مالدار بننے اور اخبار کی شہ سرخیوں میں چھانے کے لیے بینک میں ڈاکہ ڈالتا ہے لاکھوں کروڑوں روپے چوری کرتا ہے۔ دوسرے دن اخبار میں اس کا بڑا سا فوٹو شائع ہوتا ہے اور اس کی شہرت ہوجاتی ہے۔ دوسرا انسان وہ ہے جو بم باری کرتا ہے سیکڑوں انسانوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کرتا ہے۔ میڈیا اس کی خوب زور وشور سے تشہیر کرتا ہے اسے دہشت کی علامت کے طور پر پیش کرتا ہے اور اس کے قصے زبان زد خاص وعام ہوجاتے ہیں۔ ان لوگوں نے راتوں رات بڑا آدمی بننے، زیادہ سے زیادہ دولت کمانے اور شہرت کے آسمان پر پہنچنے کی کوشش کی تھی مگر کیا وہ بڑے آدمی بن سکے؟ یاد رکھیے کہ انسان صدیوں تک اسی وقت زندہ رہ سکتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں اس کی عزت واحترام برقرار رہ سکتا ہے جب وہ اچھا آدمی ہو جب وہ نیک نام ہو۔ اچھائی کو چھوڑ کر صرف بڑا بننے سے انسان کی شہرت عارضی ہوتی ہے اور پھر لوگوں کی نفرت ولعنت اس پر مستزاد اور دائمی۔ یہ بات اور اچھی طرح ذہن نشین کر لیجیے کہ اگر صحیح معنوں میں بڑا آدمی بننا ہے تو پہلے اچھا آدمی بننا ہوگا۔ اس کے لیے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اپنا کردار ڈھالنا ہوگا بصورت دیگر نیک نامی نہیں بدنامی ہاتھ آئے گی۔ بعض لوگوں کی سوچ یہ ہوتی ہے کہ ''بدنام نہ ہوں گے تو کیا نام نہ

ہوگا'' یہ تصور بالکل غلط ہے۔ آپ تقریباً ہر روز ایسے تجربات سے سے گزرتے ہوں گے کہ اس طریقے (جو بالکل غیر فطری ہے) سے کامیابی اور ترقی (اگر اسے کامیابی اور ترقی کہا جائے) حاصل کرنے اور شہرت کی سیڑھیوں پر چڑھنے والوں پر لوگ نفرت اور لعنت بھیجتے ہیں اور انہیں برے برے القاب سے یاد کرتے بھی نہیں ہچکچاتے ہیں۔

اس تناظر میں ہمارے آج کے طلبہ وطالبات اور دیگر لوگوں کو بھی اپنے تصور اور اپنے عمل کا قبلہ درست کرنا ہوگا۔ وہ جس شعبے میں بھی جائیں، جس فن میں غوطہ زنی کریں اور جس شجرِ علم پر چڑھیں تو اس میں اپنی خواہش کے مطابق کمال ومہارت ضرور پیدا کریں اپنے بڑے آدمی بننے اور مشہور ہونے کے خواب کی تعبیر کے لیے ضرور جدوجہد کریں مگر اخلاق کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں، اپنے کردار میں ہلکا سا جھول بھی پیدا نہ ہونے دیں اور اپنے عادات واطوار میں ایسا نکھار پیدا کرلیں کہ ایک بار بھی آپ سے ملنے والا ہمیشہ کے لیے آپ کا گرویدہ ہوجائے۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ ہم میں سے اگر کوئی بڑے منصب اور اعلیٰ عہدے پر پہنچتا ہے بلفظ دیگر یوں کہیے کہ بڑا آدمی بن جاتا ہے اس کو سماج میں ایک بڑا مقام ومرتبہ مل جاتا ہے تو وہ اپنا ماضی بھول جاتا ہے، اپنے دوستوں کے ساتھ اس کا رویہ بدل جاتا ہے حتیٰ کہ اپنے رشتے داروں سے بھی وہ تحفظات سے ملتا ہے اور ایسی بہت سی افسوس ناک مثالیں دیکھنے اور سننے میں آئی ہیں کہ دولت اور اقتدار کے نشے میں چور یہ انسان اپنے پروفیشن اور اپنے لیول کے لوگوں سے اپنے غریب، پسماندہ اور ناخواندہ والدین کو ملانے میں بھی شرم اور اپنی توہین محسوس کرتا ہے۔ آپ مجھے انصاف سے بتائیے کہ ایسا شخص جو اللہ کے فضل سے اس مقام تک پہنچا وہ اپنا ماضی بھول جائے، اپنے سماج کو فراموش کردے، جو غریبوں اور پسماندہ لوگوں سے ملنے جلنے میں اپنی ہتک عزت خیال کرے، اپنے ماتحتوں میں لمبی لمبی ہانک کر اپنی بڑائی بیان کرے اور اپنے رویے سے انہیں ان کی غربت، کم تری اور پسماندگی کا احساس کرائے۔ کیا ایسا انسان کوئی عزت پانے کا حق دار ہے؟۔ دنیا والوں کی نظر میں وہ عزت دار تو ہوسکتا ہے مگر دین کی نظر میں اس کی کوئی فضیلت نہیں ہے۔

ہمارے طلبہ اور دوستوں کو کسی مفکر کا یہ قول اپنے دماغ کی ڈائری میں ہمیشہ کے لیے نوٹ کرلینا چاہیے کہ بڑا آدمی وہ نہیں ہوتا جو لوگوں سے تحفظات کے ساتھ ملاقات کرے، ان سے صحیح ڈھنگ سے بات چیت نہ کرے، اپنے سے چھوٹوں کے ساتھ مغرورانہ اور تحکمانہ انداز سے برتاؤ کرے بلکہ حقیقتاً بڑا آدمی وہ ہے کہ اگر اس سے کوئی چھوٹا بھی ملے تو اس چھوٹے کو اپنی ذات کا عرفان حاصل ہو، اسے اپنے اندرون میں چھپی ہوئی مہارت، فن کاری، قابلیت، اہلیت کا صحیح اندازہ ہوجائے۔ یہ بڑا آدمی اس چھوٹے کی حوصلہ افزائی کرے، اسے اس کی اہمیت کا احساس کرادے اور اس سے اس انداز میں گفتگو کرے کہ وہ بھی خود کو کسی قابل سمجھنے لگے۔

میرے عزیزو! آپ رتبے، عزت، شہرت، فضیلت کے چاہے جس بلند مینار پر بھی پہنچ جائیں مگر اس قول کو کبھی فراموش نہ کریں۔ اپنی زمین اپنی جڑوں سے کبھی جدا ہونے کی کوشش نہ کریں، مستقبل کی بھول بھلیوں میں اتنی دور نہ چلے جائیں کہ آپ اپنے ماضی کو بھلا بیٹھیں۔ اپنے شاندار اور روشن ترکیریر کی سحر خیزی میں اتنے نہ ڈوب جائیں کہ آپ کو اپنے والدین، اپنے رشتے دار، اپنے دوست اور اپنے محلے وشہر والے یاد نہ رہیں۔ بڑا آدمی بننے کے چکر میں نہ پڑیں بلکہ اچھے آدمی بننے کی کوشش کریں۔ آپ یہ یقین کرلیں کہ اگر آپ اچھے آدمی بن گئے تو پھر آپ بڑے آدمی بن گئے۔ ایک بات یاد رکھیں کہ جو اچھے اور نیک نام ہیں اور جو اپنے عمدہ اخلاق، بہترین کردار اور غیر معمولی عادات واطوار سے دوسروں کو متاثر کردیتے ہیں حقیقتاً سماج کے وہی معزز لوگ ہوتے ہیں اور وہی بڑے آدمی بھی۔ بڑا آدمی دولت سے، شہرت سے، علم اور فرضی عزت سے نہیں بنتا بلکہ اپنی عمدہ شخصیت سے بنتا ہے اور جب دولت، شہرت اور علم کے ساتھ ساتھ اخلاق، کردار اور عادات واطوار کی کی آمیزش ہوجائے تو یہ سونے پر سہاگا ہوتا ہے تو پھر یہ بڑی فضیلت والا بڑا آدمی بن جاتا ہے۔ آپ اپنے بزرگوں کی تاریخ پر غور کیوں نہیں کرتے؟ کیا ان کے پاس دولت تھی، کوئی عہدہ تھا؟ مگر پھر بھی وہ بڑے آدمی ہیں اور ایسے بڑے آدمی ہیں کہ ان کے ذکرِ خیر سے کتابوں کے اوراق آج تک روشن ومنور ہیں اور قیامت تک روشن وتاب ناک رہیں گے اور انہیں پڑھنے والے ان سے روشنی حاصل کرکے بڑے آدمی بنتے رہیں گے۔ اب آپ بتائیے کہ کیا آپ حقیقی اور صحیح معنوں میں بڑے آدمی بننے کے لیے تیار ہیں؟۔☆

صادق رضا مصباحی موبائل نمبر:09619034199

خطوط وتاثرات

قارئین کرام

مکتوب مفتی عبدالحلیم صاحب ناگپور

عزیز گرامی مولانا آفتاب مصباحی سلام مسنون

آپ کے فون سے معلوم ہوا کہ مولانا فیضان المصطفیٰ قادری ماہنامہ نکال رہے ہیں۔ یہ خبر باعث مسرت ہے کہ اردو صحافت میں ایک رسالے کا اضافہ ہورہا ہے!

یہ بڑی کٹھن منزل ہے اس پرخار وادی سے دامن بچا کر نکل جانا بڑی بات ہے، لیکن خلوص وللہیت کو شریک سفر رکھیں تو کامیابی قدم چومے گی۔ حدود شرع میں رہ کر وقتی تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھنا کامیابی کی راہ میں مدد ومعاون ثابت ہوگی۔ ہماری دعائیں اور نیک تمنائیں رسالے کے ساتھ ہیں۔

والسلام دعاگو (مفتی) عبدالحلیم امیر دعوت اسلامی ہند ناگپور

☆☆☆

مکتوب ڈاکٹر عبدالحکیم ازہری

ڈائرکٹر: مرکز الثقافۃ السنیۃ الاسلامیۃ کیرالا ہند

آج مورخہ ۳رمئی ۲۰۱۶ء کو حضرت مولانا طارق انور مصباحی اور حضرت مفتی محمد ابراہیم علیمی ہمارے پاس ایک جدید سنی میگزین لے کر آئے اہل سنت وجماعت کی جانب سے ایک نیا اشاعتی اقدام دیکھ کر دل بہت خوش ہوا۔ ہم تمام اراکین میگزین کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد اور تہنیت پیش کرتے ہیں۔

اور تمام عوم وخواص سے گزارش کرتے ہیں کہ اس کو پڑھیں اور دینی واشاعتی کام کو فروغ دیں اور ہم امید کرتے ہیں کہ یہ میگزین اہل سنت وجماعت کے درمیان ایک نئی بیداری اور نیا منظر نامہ پیش کرے گا۔اور اس سے فرقہ ناجیہ کی ترویج وترقی اور سواد اعظم کے فلاح وبہبود کی بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔ نیز نسل جدید کو ایک نیا رخ دیا جائے تاکہ اس سمت چل کر ہمارے مسلم نوجوان صالح فکر واعتقاد کے حامل بن سکیں۔ تعلیمی وتبلیغی، تاریخی وتعمیری اور دیگر ہر قسم کے مضامین شائع کئے جائیں۔ ظاہر وباطن یعنی ہر ایک جہت میں حسن وجمال پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ رب قدیر سے دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ماہنامہ پیغام شریعت دہلی کو قبول عامہ عطا فرمائے (آمین)

☆☆☆

مکتوب مولانا مقبول احمد سالک مصباحی

خوشی ہوئی، اردو گلستان میں ایک اور کلی کھلی، چمن کی رونق میں اضافہ ہوا، امید کی کرن پھوٹی، روشنی میں درخشانی ہوئی، کشت امل لالہ زار ہوا اٹھی، بزرگوں نے دعائیں دیں، دوستوں نے مبارک باد پیش کی، اپنوں نے خیر مقدم کیا، ارباب فضل وکمال نے کیا پر جوش استقبال۔سب نے بیک زبان کہا لو، مبارک ہو۔ ''پیغام شریعت'' آیا، مجلوں کا رفیق، ماہناموں کا ہمدم ودمساز، قلم انگڑائیاں لینے لگا، نگارش کلکاریاں مارنے لگی، کاغذ مہکنے لگا، روشنائی چھلکنے لگی، ہاں! ادیبوں نے بلائیں لیں، قلمکاروں نے شہنائی بجائی، ارباب مکتب نے بڑھ کر دامن تھام لیا، چہ بروقت رسیدید! خوب آید، زود آید۔ اس طرح تھوڑے انتظار اور پوری تیاری کے ساتھ ''پیغام شریعت'' کا اجرا عمل میں آگیا، دعوت تو فقیر کو بھی دی گئی تھی مگر دہلی کے باہر کسی دعوتی دورے پر تھا، اس لیے محروم شرکت رہا، بس اجرا کے پروگرام کی رپورٹ ہی زینت نگاہ بن سکی، جس سے نصف شرکت کا لطف آہی گیا۔

آج مورخہ ۲۸/ اپریل بروز جمعرات ''پیغام شریعت'' کا دوسرا شمارہ مئی ۲۰۱۶ نظر نواز ہوا تو جذبات میں پھر طلاطم برپا ہوا، ارادہ ہوا کہ کچھ تو باریابی حاصل ہی کرلوں اور فوراً ڈائرکٹ لیپ ٹاپ پر کمپوزنگ شروع کردی، میرے ارادے کو اس لیے بھی تقویت ہوئی کہ جب اپنی ارا سے نوازنے والوں کی فہرست دیکھا تو حضور امان ملت کا نام نامی اسم گرامی بھی باصرہ نواز ہوا، دل نے کہا کہ ایسی مصروف ترین شخصیتیں

کچھ وقت نکال سکتی ہیں تو یہ فقیر بے توقیر کیوں محروم رہے، اور چند الفاظ معرض تحریر میں آ گئے۔ تو بس میری طرف سے بھی مبارک بادیوں کے گجرے قبول کریں اور ڈھیر ساری دعائیں اور توقعات، ابتدا اچھی تو انتہا بھی اچھی ہوگی، خدا نہ کرے کبھی اس کی انتہا بھی ہو، بس یہ چلتا ہی رہے، ابلتا ہی رہے، شاہراہ حیات میں دوڑتا ہی رہے، نہ تھکے نہ رکے، نہ ڈرے نہ مرے، نہ آگے نہ پیچھے، بس ہردم رواں ہردم جواں، بڑھتا ہی رہے، اٹھتا ہی رہے، خدا کرے کہ اس کی عمر طویل ہو اور ہم نے اس کا بچپن دیکھا پھر دیکھیں شباب بھی۔

ہماری جماعت میں رسالوں کی کمی تو ضرور ہے، مگر بے ذوقی اور بے توجہی کے حساب سے کچھ زیادہ بھی کمی نہیں کہ اس کا رونا رویا جائے، بچے کم ہوں صحت مند ہوں تو زیادہ بہتر ہے، بہت زیادہ ہوں سب بیمار ہوں کوئی فائدہ نہیں۔ اکثر رسالے مذہبی ہیں، اور مذہبی کے ساتھ ساتھ یک رنگ بھی ہیں، وہی اداریہ، تفسیر قرآن، باب الحدیث، اقوال زریں، مسائل شرعیہ، خطوط و مراسلات، وغیرہ وغیرہ، اس لیے عموماً ہوتا یہ ہے کہ اگر کوئی باذوق قاری بھی ہے تو ایک رسالہ خرید کر اور اس کی نماز جنازہ پڑھ کر فرض کفایہ سے فارغ ہو جاتا ہے، کیا ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنی جیب خاص سے ملک کے تمام سنی رسائل منگواتے ہوں؟، یا دینی ادارے جو دین ہی کے نام پر قائم ہوئے ہیں وہ اس کا اہتمام کرتے ہیں؟ شاید جواب نفی میں ہی ہو، تو اب اداریہ لکھنے کے ساتھ ساتھ مجلس ادارت قارئین کو کیسے اپنی طرف متوجہ کرے گی؟ ایک چبھتا ہوا نہ سہی اہم سوال ضرور ہے، اور اسی سوال میں اس کی بقا کا راز بھی مضمر ہے، ہمارا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہر کام صرف حصول ثواب کی نیت سے ہوتا ہے، بھائی ثواب تو ملے گا ہی، اس سے اللہ جل شانہ کب اپنے بندوں کو محروم رکھے گا؟ مگر کیا ہمارے کسی عمل کا تعلق دنیا اور دنیا کے مصالح سے بھی ہے یا نہیں؟ مثلاً الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں ہر عرس کے موقعے پر مائک میں اعلان ہوتا ہے کہ حضرات ماہنامہ اشرفیہ حضور حافظ ملت کی یادگار رہے، اسے ضرور لے کر جائیں، اسی طرح دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف میں عرس شعیب الاولیا کے موقعے پر ماہنامے کی دہائی دی جاتی ہے، مگر میرا خیال ہے کہ زائرین پر بہت ہی کم اثر ہماری فریادوں اور آہ وفغاں کا ہوتا ہے وہی اس علمی تحفہ کو لے کر جاتے ہیں جو پہلے سے باذوق ہیں، بقیہ لوگوں کو پیر صاحب کی تعویذ چاہیے، اس کی قیمت چاہے پانچ سو لیجیے یا ہزار۔ ہر عرس میں زائر ہزار روپے کی چادر اور سینکڑوں روپے کرایہ اور شیرینی پر خرچ کردے گا مگر دس روپے کا ایک رسالہ خریدتے وقت سالانہ زر تعاون کا فی ماہ تناسب جوڑتا ہے۔ اللہ کی پناہ! کیا حالات آ گئے ہیں؟

چلیے یہ عوام ہیں، ان کا رویہ ہی عوامی ہوتا ہے، مگر یہ طلبہ جو اب غریبی کی ریکھا سے کافی اوپر اٹھ چکے ہیں، مہنگے کپڑوں کے ساتھ ساتھ اب مہنگے موبائل بھی ان کے ہاتھوں میں نظر آتے ہیں، ان کا ماہانہ خرچ بھی کافی ترقی کر چکا ہے، سیکڑوں روپے کا ریچارج کر لینا ان کے لیے آسان ہو گیا ہے مگر یہ بھی ماہنامے خرید کر پڑھنا اپنی کسر شان سمجھتے ہیں، دینی مدارس کے اساتذہ کا حال بھی ان سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے، ان کی شان میں کچھ کہا بھی نہیں جا سکتا ہے، صرف اتنا عرض ہے کہ اگر یہ فری رسالہ ملنے پر شکریہ کا خط لکھ دیں تو ہزار نعمت۔ اور پڑھ کر کچھ اصلاح بھی کر دیں تو کرم بالائے کرم!

مگر پیغام شریعت'' کے پلیٹ فارم سے ہمارے کئی شناسا اس میدان میں قدم رنجہ ہوئے ہیں جن کو پہلے سے ہی کچھ سخت فیصلوں کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ ابھی تو تیر ونشتر کے چرکے باقی ہیں، اپنوں کی جفا شعاریاں بھی تو جھیلنی پڑیں گی۔ ایک عدد ممبری کے لیے برسوں کے یاروں کے سامنے دانت نکالنے کا مرحلہ آئے گا، ہم نوالوں اور ہم پیالوں کی درگاہوں میں گڑگڑانا پڑے گا، دستاران کے قدموں میں ڈالنی ہوگی، وہ بار بار فرط تکلف سے ماہانہ زر تعاون کی طرف لجاتی شرماتی نگاہوں سے اشارے اور کنائے، کیا کیا نہیں کرنا پڑے گا میرے یار۔

خیر زیادہ مایوس نہیں کرنا چاہتا، اپنے نو وارد مہمانوں کو، مجلس ادارت میں کئی بڑے نام بھی شامل ہیں، جن کو تجربہ بھی ہے اور حوصلہ بھی، حالات کا مقابلہ ان کا دل ناتواں نہیں دل صبر آزما کرنا جانتا ہے، ویسے جو برانڈیڈ نام رسالے میں شامل ہیں، ان کی فکری ساختیات میں کافی یکسانیت پائی جا رہی ہے، اس سے رسالے کے معیار اور رجحان کی قیاس آرائی آسان ہو جاتی ہے، اگر مختلف الخیال اور متنوع الافکار لوگوں کی شرکت ہوتی تو شاید اس میں زیادہ وسعت اور ہمہ گیری ہوتی، اور اس کا حلقہ اثر بھی نمایاں ہوتا، خاص کر موجودہ شورش

زدہ ماحول کے تناظر میں اس چیز کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے، خیر کبھی کسی کو مکمل جہاں نہیں ملتا، کبھی زمیں تو کبھی آسماں نہیں ملتا، دنیا میں کوئی پیدا نہیں ہوا جو ہر شخص کو خوش کر سکتا ہو، اس لیے یہ اہم نہیں ہے کہ ہمارے پاس کیا نہیں ہے، اہم یہ ہے کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے ہم اس سے کیا کچھ کر سکتے ہیں۔ یا کر رہے ہیں؟

مولانا فیضان المصطفی ایک منجھے منجھائے رائٹر ہیں، ڈاکٹر سجاد عالم کے پاس اسلامیات کا تجربہ ہے، ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی زبان کی شیرینی کے بھنڈار ہیں، مولانا کوثر امام قادری حدیثیات کی امامت فرمارہے ہیں، ڈاکٹر امجد رضا بھی کسی سے کم نہیں۔ ڈاکٹر ممتاز عالم رضوی غالبا مصباحی ہیں تو وہ بھی مسلسل لکھ رہے ہیں، اور جہاں تک مجلس مشاورت کا تعلق ہے تو علم ادب کی دنیا کے کئی لعل و گہر جڑے ہوئے ہیں اور پیغام شریعت کے نگینہ میں جڑے ہوئے ہیں، ان کا نام ہی اس کی شہرت و مقبولیت کی سند ہے۔

اور اس کے پرنٹر پبلشر ہیں متعدد میدانوں کے شہسوار، دہلی کے سرد وگرم کے واقف کار، فن صنعت وتجارت کے راز دار، محبّ گرامی مولانا محمد قاسم مصباحی جنھوں نے بہار سے زیرو پوئنٹ سے سفر کا آغاز کیا تھا آج ان کے پاس سب کچھ ہے، نوکری ہے، مکتبہ ہے، غالبًا دعا اور تعویذ بھی، اشاعتی تجربہ بھی، علمی شعور اور اچھے برے کی تمیز بھی، میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اگر مجلس ادارت ان کے مشورے پر چلی تو مجلس بھی چلے گی۔

مضامین کا انتخاب اچھا ہے، زبان شستہ اور سہل انگار ہے، جس سے اس کی افادیت کافی بڑھ جاتی ہے، اٹھان اچھی ہے، مستقبل روشن ہے، اہل علم اور عوام دونوں کا دھیان رکھنا ضروری ہے، اور دونوں کا تناسب بھی رکھنا۔ اس کے بغیر مشن ادھورا رہے گا۔ اور کوشش ہو کہ رسالہ داخلی شورش کا ایندھن نہ بننے پائے، کانٹوں سے دامن بچا کر پھولوں کا گلدستہ قارئین کو پیش کیا جائے۔

دعا ہے مولائے قدیر اس کی ہر آنے والی صبح صبح بہاراں ہو۔

یکے از غلامان حافظ ملت مقبول احمد سالک مصباحی

بانی و مہتمم جامعہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی۔ کھادر نئی دہلی

موبائل:09867304484

مکتوب مولانا محمد حنیف حبیبی مصباحی اڑیسہ

محترم مدیر اعلی ماہنامہ پیغام شریعت دہلی

السلام علیکم مزاج شریف؟

رسالہ پیغام شریعت اسم بامسمی ہے۔ شروع کے دو شمارے وقت پر دستیاب ہوئے، یقیناً یہ خوب سے خوب تر کی جانب کامیاب سفر ہے۔ تمام مضامین اچھے ہیں بالخصوص ''قرآن کریم اور خدمت خلق'' اور ''واقعۂ معراج سائنس اور عقل کی روشنی میں'' پسند آئے۔ دارالعلوم مجاہد ملت اڑیسہ، کے اساتذہ نہایت شوق کے ساتھ اس رسالہ کا مطالعہ کرتے ہیں۔ آپ کی فعال ٹیم مبارک باد کے لائق ہے کہ عمدہ اور بہتر مقالات کا انتخاب کرتی ہے۔ اور مولانا فیضان! آپ نے تو کمال ہی کر دیا کہ امریکہ میں رہ کر اس کی مقابل سمت دہلی انڈیا سے میگزین شائع کر رہے ہیں۔ جدید ذرائع کا مناسب استعمال کر کے آپ نے یہ ثابت کر دیا کہ مذہب اسلام ہر دور کا قائد اور ہر شخص کا راہنما ہے۔ ناقہ سواران عرب کی رہنمائی سے لے کر بری وبحری مسافروں تک کی قیادت کرتا ہے۔ دوڑتی کار، چلتی ٹرین اور اڑتے جہاز کے سواروں کو خود شناسی اور خدا شناسی کا پیغام دیتا ہے۔

آپ کے قلمکاروں کے تحقیقی اور معروضی اسلوب سے بڑا اطمینان ہوا کہ اپنوں اور بیگانوں کے فرق کا لحاظ رکھا ہے۔ رسالت والوہیت کے گستاخوں سے طرز تخاطب اور ہے جب کہ وفا کیشوں سے محو کلام ہونے کا طریقہ اور، اپنے موقف کی حمایت میں قرآن وسنت، قیاس واجماع امت جیسے دلائل ہوتے ہوئے کسی کے پیچھے لٹھ لے کر پڑ جانے کی ضرورت نہیں۔ آپ کے ان واضح اور غیر متنازع خطوط پر کام کی تائید ایک ہم ہی نہیں بلکہ ہر سنجیدہ طبقہ کرے گا۔ آپ کی ٹیم اچھی اور بہت اچھی ہے کہ ہمیں آپ کی باغ وبہار تحریر ادار یہ کی شکل میں نظر آتی رہے تو بہتر ہوگا، آگے آپ کی مرضی۔ ہاں بھئی! آپ کے رسالہ میں نظم کا کوئی کالم نہیں، حمد، نعت، منقبت، یا اچھی غزل وغیرہ نظر نہیں آئی، کیوں، آپ کی ٹیم منظومات سے برہم تو نہیں؟

محمد حنیف جید مصباحی

دارالعلوم مجاہد ملت، دھام نگر شریف اڑیسہ

مکتوب مولانا ڈاکٹر نیاز احمد مصباحی

محبّ گرامی مولانا آفتاب عالم مصباحی

تسلیمات وافرہ

ماہنامہ پیغام شریعت کے اجرا پر دلی مبارک باد قبول فرمائیں۔ آپ نے اور آپ کے شرکائے کار نے وقت کی ایک اہم ضرورت کی جانب توجہ کی ہے اور ایک بہتر شروعات کی ہے۔ جن کا گزر صحافت، بالخصوص مذہبی صحافت کے گلیاروں سے ہوا ہے وہ جانتے ہیں کہ پنگھٹ کی ڈگر کتنی مشکل ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ کیسے کیسے جواں عزم رہروؤں کے حوصلے اس سفر میں پست پڑ گئے ہیں، لیکن تقریب اجرا میں شرکت کر کے ہم نے محسوس کیا کہ آپ کے شرکائے کار کتنے جواں عزم اور جواں ہمت ہیں! مجھے امید ہے کہ وہ عزم دیرپا ہوگا اور آپ کا یہ سفر کامیابی کی منزلوں سے ہمکنار ہوگا۔ میری دعا ہے اور دلی خواہش بھی کہ آپ کا یہ رسالہ ہر ماہ شریعت کی تجلیاں بکھیرتا رہے اور مسلم معاشرے کے ہر فرد پیغام شریعت کو اپنی فانی زندگی میں برت کر اخروی زندگی کو سنوارنے کی دعوت دیتا رہے۔

نیاز احمد مصباحی

ریسرچ آفیسر، وزارت آیوش، حکومت ہند، نئی دہلی

☆☆☆

مکتوب جناب محمد زبیر عالم خان مصباحی

مدیران مکرم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سلام ورحمت

ماہنامہ پیغام شریعت کے دونوں شمارے موصول ہوئے، اس کے بیشتر مضامین پڑھا۔ مضمون نگاروں نے اپنے اپنے عناوین پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ دونوں شمارے کے اداریے علمی، فکری اور انقلابی ہیں۔ مئی کے شمارے میں مولانا فیضان المصطفےٰ قادری نے اپنے اداریے میں جہاں عوام وخواص سے ماہنامے کے اجرا پر ملنے والے فیڈ بیک کا ذکر کیا ہے وہیں اس کی اشاعت میں پیش آنے والی دشواریوں اور مشکلات کا ذکر بھی کیا ہے اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ذمہ داران کو کسی ماہنامے کی اشاعت میں کتنی باتوں کا خیال رکھنا ہوتا ہے اور کن کن پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ انہوں نے ڈاکٹر غلام زرقانی صاحب کا ایک قول ”فکر نہ کریں رسالہ جاری کرنا اسلاف کی سنت ہے تو بند کرنا بھی اسلاف ہی کی سنت ہے“، نقل کیا ہے جو حساس قاری کو کچوکے لگانے کے لیے کافی ہے۔ میں سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ آخر جماعت اہل سنت کے دو نوجوان مفکر اور اہل قلم کے درمیان ایسی کیا گفتگو ہوئی ہوگی کہ ان میں سے ایک نے دوسرے کو اسلاف کی سنت کا حوالہ دیکر تسلی دی! یہ جماعت اہل سنت، عمائدین ملت اور ہر فرد کے لیے عبرت کا مقام ہے۔ مولانا فیضان المصطفےٰ صاحب اور ان کی ٹیم نے اسلاف کی پہلی سنت (رسالہ جاری کرنا) پر تو عمل کر لیا ہے لیکن مجھے امید ہی نہیں یقین کامل ہے کہ ان شاءاللہ پیغام شریعت کے قارئین دوسری سنت (رسالہ بند کرنا) پر مولانا کو عمل کرنے نہیں دیں گے۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

مولانا طارق انور مصباحی کا مضمون بعنوان ”دینی وعصری علوم میں تفریق کب ہوئی؟“ چشم کشا، تاریخی اور قابل مطالعہ ہے خاص طور سے ان لوگوں کے لیے جو علم کو ”دینی“ اور ”دنیاوی“ میں تقسیم کر کے ایک سے محبت اور دوسرے سے نفرت کا درس دیتے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی تفریق کرنے والے دراصل علم ہی کے دشمن ہیں چہ جائیکہ دینی ہو یا دنیاوی۔ انہوں نے کیرالا میں جس طرح کے تعلیمی ادارے کا ذکر کیا ہے امید ہے کہ ہمارے اکابرین شمالی ہند میں بھی اس قسم کے تعلیمی ادارے کے قیام پر توجہ دیں گے۔ اس لیے کہ ۹۷ فیصد مسلم بچے آج بھی مدارس سے دور ہیں وہ سرکاری، غیر سرکاری یا نیم سرکاری اسکولوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں جن میں مسلم اسکول کی تعداد بہت کم ہے۔ بہت سے مسلم بچے اسکول جانے سے ہی محروم ہیں تو ایسی صورت میں نصاب تعلیم میں اسلامیات کی توقع کرنا ریگستان میں پانی تلاشنے کے مترادف ہے۔

صلاح الدین رضوی صاحب کا مضمون بعنوان ”مدارس اسلامیہ اور ان کا معیار تنخواہ“ بھی اس شمارے میں شامل اشاعت ہے جس میں انہوں نے مدارس کے اساتذہ کے مسائل اور بدل خدمت کا ذکر کیا ہے۔ وہ اپنے غم میں ائمہ مساجد اور مؤذن کو بھی شامل کر لیتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔ اور یہ صورت حال یقیناً تمام مدارس کے اساتذہ کے ساتھ نہیں ہے (جیسا کہ آفتاب عالم مصباحی نے اپنے ادارتی نوٹ میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے) لیکن جس کے ساتھ بھی ہے بہت سنگین ہے اس پر

اراکین مدارس کو توجہ دینے کی ضرورت ہے اس لیے کہ بہتر نظام تعلیم کی راہ میں یہ بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ نائب مدیر کا اپنے ادارتی نوٹ میں یہ کہنا کہ اسکولوں میں حکومتی فنڈ کے ساتھ ساتھ طلبا سے فیس وصول کی جاتی ہے جبکہ مدارس کے طلبا سے کوئی فیس نہیں لی جاتی۔ تو عرض ہے کہ گورنمنٹ کی طرف سے دی جانے والی رقم کا پورا پورا حساب اسکول کے ذمہ داران، حکومت کو دیتے ہیں۔ جبکہ بہتیرے مدارس ایسے ہیں جن کے ناظم ہی مالک کل اور مختار کل ہوتے ہیں اور عوامی ذرائع سے حاصل شدہ چندے کا کوئی لیکھا جوکھا کسی دوسرے کو معلوم نہیں ہونے دیتے۔ ناظم صاحب خود تو اچھی زندگی بسر کرتے ہیں لیکن مدرسین کا حال برا ہوتا ہے اور تقریباً یہی صورت حال ائمہ مساجد اور مؤذن کی بھی ہے۔

مدارس کے فارغین کا یونیورسٹی کی طرف رخ کرنے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اس کی سند سے سرکاری نوکری حاصل کر سکیں یا کسی پرائیوٹ کمپنی میں اچھی نوکری حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ اور اچھی سے مراد یہ ہرگز نہیں کہ کمپنی اچھی ہو بلکہ ان کی تنخواہ اچھی اور معیاری ہو تو اگر انہیں اچھی تنخواہ مساجد یا مدارس میں دی جائے تو ضرور وہ اپنی خدمات اسی لگن اور محنت کے ساتھ پیش کرنے میں کامیاب ہوں گے ورنہ مدارس، ماہر اساتذہ اور مساجد اچھے ائمہ اور عوام باشعور مبلغین سے محروم ہوتے چلے جائیں گے۔ عوام میں اپنا اثر ورسوخ رکھنے والی شخصیات کو اس جانب توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ورنہ بے شعور ائمہ اور نااہل اساتذہ سے مستقبل میں ہونے والے نقصانات کا اندازہ لگانا مشکل ہوگا۔

غلام مصطفیٰ نوری صاحب کا مضمون بعنوان ''مطالعہ کائنات کا تصور صرف اسلام نے دیا ہے'' بہت اچھا ہے۔ لیکن اقتباسات میں حوالے کی عدم موجودگی نے اس کی اہمیت کو کم کر دیا ہے۔ نیز پورے مضمون سے یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ دوسرے مذاہب میں اس کا تصور نہیں ہے جب کہ اسلام سے پہلے فلاسفۂ یونان اور خود ہندوستان میں گوتم بودھ نے مطالعہ کائنات کا درس دیا ہے۔

مبارک باد پیش کرتا ہوں ماہنامہ پیغام شریعت کی پوری ٹیم کو بطور خاص مدیران گرامی کو جو اس ماہنامے کو اپنے منشور ومنہج کے مطابق بہتر سے بہتر بنانے میں سرگرداں اور کوشاں ہیں۔ اور اس سے کہیں زیادہ مبارک بادی کے مستحق ہیں مضمون نگار حضرات کہ اپنی بے لوث خدمات پیش کر رہے ہیں اور ان کے بغیر اتنا بڑا کام ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ البتہ مضمون نگار حضرات سے گزارش ہے کہ اپنی نگارشات میں قارئین کے ہر طبقے کو مدنظر رکھیں اور جہاں تک ہو سکے اس زبان کا استعمال کریں جو بول چال کی زبان ہے تا کہ عوام وخواص دونوں یکساں طور پر استفادہ کر سکیں۔

محمد زبیر عالم خان مصباحی

240 جھیلم ہاسٹل، جواہر لعل نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی

☆☆☆

مکتوب جناب رئیس احمد عزیزی ادروی

بخدمت سراپا محبت وعنایت ، چراغ خانقاہ صدرالشریعت حضرت علامہ فیضان المصطفیٰ صاحب امجدی

ہدیہ مسنون، مزاج وھاج! آپ کی فعال قیادت اور قابل رشک ادارت میں بلند وبالا، معیاری، مفید ومعلومات افزا مضامین سے مزین، اور بیش بہا خوبیوں کا حامل شمارہ بڑے آب وتاب، بڑے حسن ونکہت کے ساتھ دیکھنے کو ملا۔ خوب سے خوب تر کہا جائے بلکہ حسن ہی کہہ دیا جائے تو مبالغہ نہیں ہوگا۔ واہ سبحان اللہ کتنا خوبصورت تحفۂ مرغوب آپ نے قوم کو پیش کیا ہے بنیادی طور پر گرانقدر بے نظیر مجلّہ پیغام شریعت صوری ومعنوی دونوں اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے۔ آئندہ حسین وجمیل جریدہ پیغام شریعت کی معیاری سطح کو کوئی چھو نہ سکے گا۔ چوں کہ ہندوستان کے دل دہلی جیسے سنیت کے حق میں بنجر وسنگلاخ سرزمین پر آپ نے اپنے بزرگوں کے تعاون اور ان کی روحانیت کے سہارے جو گلستان اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، چشمۂ فیض ومحبت پیغام شریعت کی شکل میں جاری کیا ہے اسے مولیٰ عز وجل اپنے حبیب کے صدقے میں سلامت رکھے اور آپ کو اپنے مقاصد حسنہ میں کامیاب فرمائے آمین! رسالۂ مبارکہ کے جملہ مشمولات، معیاری، پروقار، سنجیدہ اور لائق تحسین ہیں۔ تہنیت قبول فرمائیں آپ نے خادم کے نام رسالہ ارسال فرمایا جس کے لیے قلب کی گہرائیوں سے شکریہ قبول فرمائیے ۔ فقط طالب شفاعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

رئیس احمد عزیزی ادروی، ہبلی کرناٹک 9916146283

وفیات واحوال

حضرت شفیق ملت سید مرتضیٰ حیدر حسین میاں قادری مارہروی کی رحلت:

خانوادۂ برکاتیہ مارہرہ شریف کی بزرگ شخصیت حضرت شفیق ملت سید مرتضیٰ حیدر حسین میاں قادری (ولادت ۷ اربیع الاول ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۰ جولائی ۱۹۳۳ء) پانچ مئی ۲۰۱۶ء بروز جمعرات ۲:۱۵ دو بج کر پندرہ منٹ پر اچانک انتقال فرما گئے۔

شب معراج تقریباً ۱:۳۰ بجے حضرت سید شاہ آل عبا قادری عرف حضرت آزاد علیہ الرحمہ کے چھوٹے صاحبزادے اور حضور سید العلما سید آل مصطفیٰ وپیرومرشد حضرت سید احسن العلما علیھما الرحمۃ کے چھوٹے بھائی حضرت سید حسین میاں زیدی نے حضور رفیق ملت کو بلا کر فرمایا مجھے کچھ تکلیف محسوس ہورہی ہے،، انہوں نے فوراً فیملی ڈاکٹر نہال کو بلایا ڈاکٹر نے بعد معائنہ کیا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے کہ دوران خون، حرکت قلب، نبض اور گلوکوز وغیرہ سب اپنی حالت پر ہیں۔ مگر پھر تھوڑی ہی دیر بعد تقریباً ۲:۲۵ بجے پر فرمایا مجھے بٹھاؤ بٹھایا گیا اپنے ہاتھ سے دوا کھائی پانی پیا پوچھا گیا کوئی تکلیف تو نہیں فرمایا نہیں اور فوراً آدھا منٹ کے اندر ایک ہچکی جیسی محسوس ہوئی اور جان جاں آفریں کے سپرد کردی ۔ بیس منٹ تک ڈاکٹر خود مشکوک رہا کہ انتقال ہوا بھی ہے یا نہیں۔ لوگوں کے نزدیک بھلے ہی ان کا اچانک انتقال ہوا ہو مگر خود ان کے لیے قطعاً موت کا فرشتہ اچانک نہیں آیا کیوں کہ وقت وصال سے سولہ گھنٹے قبل ہی انہوں نے اپنے بھتیجے حضور رفیق ملت سید نجیب حیدر نوری دام ظلہ العالی کو بلا کر فرمادیا تھا کہ گواہ رہنا کہ میرا دین ومذہب وہی ہے جو محترم حضور تاج العلما سید محمد میاں رحمۃ اللہ علیہ کا تھا میں اسی مذہب اہل سنت وجماعت کا پابند ہوں جس پر ہمارے اکابر تھے اور جسے آج کل مسلک اعلیٰ حضرت کہا جاتا ہے ۔حضور رفیق ملت کے مطابق یہ واضح اشارہ تھا کہ اب ہمارا وقت آخر آ گیا ہے کیوں کہ خاندان کے بزرگوں کی آخری وصیت یہی ہوتی ہے، حضور رفیق ملت نے ڈاکٹر اور کچھ لوگوں سے کہا بھی کہ ان کی زندگی بہت مختصر بچی ہے مگر ان کی صحت وتوانائی دیکھ کر کسی نے نے مانا نہیں یا جان بوجھ کر انجان بنے رہے۔

اکثر جگہ رات کو فون کر دیا گیا۔ تقریباً تین بجے دن کو جامعہ احسن البرکات کے اساتذہ کی معاونت اور حضور سید امین ملت کی نگرانی میں خود حضور رفیق ملت نے حضرت کو غسل دیا اور کفن پہنایا بعد عصر گلشن برکات کے وسیع وعریض میدان میں حضرت امین ملت دام ظلہ العالی نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی۔ حضور شرف ملت نے اعلان فرمایا کہ سب سے پہلے جنازے کو کاندھا ہم چاروں بھائی دیں گے اس کے بعد آپ تمام شرکا حصہ لیں۔ جنازہ سب سے پہلے بڑے سرکار حضور سید شاہ عبدالجلیل بلگرامی ثم مارہروی علیہ الرحمہ کے آستانہ عالیہ میں لے جایا گیا پھر مغرب سے پہلے خانقاہ برکاتیہ میں آغوش قبر کے حوالے کر دیا گیا۔

حضور سید مرتضیٰ حسین میاں زیدی کی عمر شریف تقریباً ۸۳ برس ہو چکی تھی لیکن پھر بھی ظہر، عصر اور مغرب میں خدام کے ذریعہ برکاتی مسجد میں پابندی کے ساتھ تشریف لا کر نماز ادا فرماتے بلکہ اکثر آذان سے دس پانچ منٹ پہلے ہی تشریف لاتے اذان مغرب کے لیے تو سب کی نگاہیں آپ ہی کی طرف ٹکتیں کیوں کہ جب اپنی گھڑی کے مطابق وقت ہوجانے کا اشارہ فرماتے تبھی اذان ہوتی۔ قوت سماعت وبصارت دونوں ٹھیک تھی۔ دور سے دیکھ کر ہی پہچان لیتے تھے۔ ہم لوگ دست بوسی وسلام کے لیے جیسے ہی آگے بڑھتے تو اکثر پہلے ہی سلام کر لیتے یہ عادت اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ تکبر وگھمنڈ ان کے اندر بالکل نہ تھا۔

وقت وصال اور اس کے بعد بھی چہرہ کے نکھار میں کوئی کمی نہ آئی

تھی ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے سورہے ہوں ابھی بول پڑیں گے۔

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

جنازے میں حضور شرف ملت، سید افضل میاں، سادات بلگرام شریف میں حضرت سید بادشاہ میاں اور انس میاں، بریلی شریف سے حضرت سبحانی میاں، حضور امین ملت کے سمدھی حضرت سید شاہد میاں، مین پوری سے حضرت عبدالرحمن شرف ببلو میاں، ڈاکٹر سید سراج اجملی الہٰ بادی علامہ یٰسین اختر مصباحی، ڈاکٹر سجاد عالم مصباحی، مفتی سلیم صاحب بریلوی، مفتی محمد حنیف صاحب کانپوری، کے علاوہ دینی پیر بھائی ناگپور، ممبئی، گجرات، دہلی، کالپی، کانپور، پوربندر، علی گڑھ، الہ اباد وغیرہ تشریف لائے۔ اور دیگر علماو حفاظ کی کثیر تعداد حاضر آئی تھی۔

محمد اکبر علی برکاتی، باگی کدورہ آستانہ جامعہ قاسم البرکات، مارہرہ شریف ۸مئی ۲۰۱۶ء یکشنبہ
فون نمبر 9695857823

☆☆☆

حکیم سید محمد احمد قادری رضوی سہارن پور کا انتقال

معروف طبیب، بین الاقوامی شہرت کے حامل نباض، سہارنپور کی سرزمین پر اعلائے کلمۂ حق کا پرچم بلند کرنے والے اور مسلک اعلیٰ حضرت کے عظیم مبلغ وداعی جناب حکیم سید محمد احمد قادری رضوی کا 16/اپریل 2016 بروز ہفتہ مطابق ۸/رجب المرجب ۱۴۳۷ھ انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون آپ تقریباً ۷۴/سال کے تھے۔ اس دوران آپ عوام وخواص کی روحانی وجسمانی امراض کا علاج کرتے رہے۔ آپ نے اپنے محلے، مولوی محلّہ پیروالی گلی میں روحانی علاج، اکتساب علم اور دعوت وتبلیغ کے لیے ایک مدرسہ جامعہ غوثیہ رضویہ قائم فرمایا تھا اور صابری جامع مسجد بھی آپ کی مذہبی حمیت اور دردمندی کی ایک مثال ہے مسجد کے تمام اخراجات اپنی جیب خاص سے کرتے تھے۔

حکیم صاحب خاتم المحدثین علامہ سید خلیل کاظمی امروہوی کے مرید تھے اور علامہ ذاکر حسین کرت پوری سے آپ کو اجازت وخلافت ملی تھی۔ آپ کے انتقال سے آپ کے حلقہ ارادت میں غم کا ماحول ہے۔ نماز جنازہ ۱۶۔ اپریل ۲۰۱۶ کو بعد نماز عشا ادا کی گئی۔ نماز جنازہ حکیم صاحب کے صاحبزادے جناب سید محمد طارق نے پڑھائی۔ پس ماندگان میں 4 صاحبزادے اور 1 صاحبزادی ہیں۔ اللہ عزوجل ان تمام کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ قارئین سے گزارش ہے کہ حکیم صاحب کے لیے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کریں۔ ادارہ پس ماندگان کے غم میں شریک ہے اور سید محمد احمد صاحب علیہ الرحمہ کے لیے دعا گو ہے کہ رب قدیر آپ کی مغفرت فرمائے، اور ان کی قبر کو رحمت وانوار سے بھردے۔ آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے۔

(ضروری معلومات حکیم محمد گلزار صابری سے حاصل کی گئی)
(آفتاب مصباحی)

☆☆☆

جامعہ حنفیہ سنیہ مالیگاؤں کے سالانہ تعلیمی اجلاس میں حضرت محدث کبیر کا خطاب:

مالیگاؤں 11 مئی- محبوب پاک صلی الل? علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کا حکم رب تعالٰی نے دیا- اللہ تعالٰی نے جتنے انبیائے کرام علیہم السلام بھیجے ھم سبھی پر ایمان رکھتے ھیں- دو بنیادی دلیلیں اسلام کے لئے، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہیں۔ اللہ کریم نے اپنے حبیب کی حدیثوں کی حفاظت کا بھی انتظام فرما دیا- اس طرح کا اظہار خیال جامعہ حنفیہ سنی? کے سالانہ جلسہ دستار فضیلت میں محدث کبیر عالم جلیل علامہ ضیاء المصطفٰی قادری (بانی جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی) نے کیا- حضور محدث کبیر نے مزید کہا کہ بخاری کی کثیر احادیث سے فقہ حنفی کی تائید ھوتی ھے- جو علم حدیث سے کورے ھیں وہ امام اعظم ابو حنیفہ پر اعتراضات کرتے ھیں- عالم وہ ہے کہ علم کا پابند ھو، بے علم صوفی شیطان کا مسخرا ھے، حضرت میر عبدالواحد بلگرامی فرماتے ھیں کہ شریعت وطریقت میں وھی فرق ھے جو بال وما نگ میں ھے- بغیر شریعت طریقت نھیں- محدث کبیر نے بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دے کر طلبہ حدیث کی تکمیل فرمائی-

فرمایا کہ ایمان کی سلامتی بدعقیدہ گروہ سے بچنے میں ھے۔ صلح

کلیت سے ایمان جانے کا خدشہ ہے۔ مزید فرمایا: اللہ کریم کو اپنی تسبیح اتنی پسند ھے کہ زبان پر ہلکی رکھی اور میزان عمل پر بڑی بھاری۔

اس موقع پر علم حدیث وفقہ کے اصول وقواعد پر سنجیدہ و جامع تقریر فرمائی۔ درجنوں احادیث سے موضوع پر روشنی ڈالی۔ رجال و راویان حدیث کے احوال بھی ذکر کیے۔ علم حدیث میں امام اعظم کی مہارت و دسترس پر کئی مثالیں بیان کیں۔ فرمایا کہ امام احمد رضا نے ہمیں امام اعظم کی تقلید میں پختہ کر دیا۔ محدث کبیر نے تو قیر رضا کے غیر شرعی اتحاد پر شرعی حکم برملا کہہ سنایا۔

ازیں قبل مولانا مدثر حسین ازھری نے جامعہ حنفیہ سنیہ کی تعلیمی خدمات پر روشنی ڈالی۔ اس موقع پر جامعہ کے مختلف شعبوں سے فارغ 29 طلبہ کی دستار بندی بدست اقدس محدث کبیر کی گئی۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن سے ھوا۔ اساتذہ جامعہ نے ابتدائی خطبات ارشاد فرمائے۔ علامہ وقار احمد عزیزی نے علم دین کے فضائل مدلل وفکر انگیز انداز میں بیان کیے۔

انتظام و انصرام میں جامعہ کے ٹرسٹیان و سنی جمعیۃ العلما کے ارکان نے نمایاں کردار ادا کیا۔ ہزاروں کی تعداد میں اہل سنت نے شرکت کی اور سنجیدہ و موثر خطاب کو یکسوئی کے ساتھ سماعت کیا۔

رپورٹ: غلام مصطفیٰ رضوی جنوری مشن مالیگاؤں

☆☆☆

اسلام وسنت کی خدمات ہی طبیب ملت کی زندگی کا نصب العین تھا: علامہ قسیم الحق مدنی

سیتامڑھی: حضرت شیخ طریقت مولانا حافظ الشاہ اخلاق احمد نوری یوسفی تیغی ریاست بہار کے ان عظیم ہستیوں میں سے ہیں جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ بقائے سنت کی خاطر وقف تھا، خدمات دین کو ہی آپ نے اپنا نصب العین بنا لیا تھا، آپ اپنی اعلیٰ خدمات اور بلند پایہ کردار کے سبب اپنے معاصر علما وشیوخ میں ممتاز تھے، ملت کی آبیاری اور مسلک حقہ کی ترویج واشاعت کے تعلق سے آپ کی بے پناہ خدمات ایک جہاں پر محیط ہے، مذکورہ خیالات کا اظہار پیر طریقت علامہ قسیم الحق مدنی تیغی نے ۱۱ رواں سلانہ عرس اخلاقی میں مجمع سے خطاب کرتے ہوئے کیا، بعدہ شہزادہ طبیب ملت نوجوان سال عالم دین ابھرتے ہوئے قلمکار مولانا ارشد رضا قمر اخلاقی امجدی استاد جامعہ سعدیہ عربیہ کیرلا نے اپنی مختصر اور نکاتی تقریر میں کہا کہ سلسلہ تیغیہ کا سلسلہ رضویہ ونوریہ سے روحانی اور والہانہ ربط وتعلق ہے جو تا قیامت جدا نہیں ہو سکتے، جو تیغی برادران سلسلہ رضویہ اور مسلک اعلیٰ حضرت سے بغض وعناد رکھتے ہیں وہ سچ میں خود تیغی نہیں، کیوں کہ بانی سلسلہ شاہ تیغ علی علیہ الرحمہ نے اپنے دور میں مسلک اعلیٰ حضرت کی ہی ترجمانی کی ہے، انہوں نے دور حاضر کے نام نہاد شیوخ اور صوفی کا رد کرتے ہوئے کہا جو لوگ احقاق حق وابطال باطل نہیں کرتے وہ صوفی نہیں کیوں کہ صوفیا کی زندگی کا مقصد ہی احقاق حق وابطال باطل تھا۔

بعدہ مولانا ذاکر گیاوی نے خطاب کرتے ہوئے کہا اسلام کے اندر ایک ایسی طاقت ہے جو کبھی مدھم نہیں پڑسکتی، مشہور نعت خواں دلکش رانچوی نے اپنے مشہور لب ولہجہ سے مجمع کا دل جیت لیا، بارگاہ رسالت میں نسیم لکھنوی، فرحت صابری، وراحت بشنپوری نے عقیدت ومحبت کے نذرانے پیش کیے۔

۲ ربج کر ۳۵ رمنٹ پر قل شریف پڑھا گیا، پھر علامہ قسیم الحق مدنی کی دعائیہ پر عرس کی تقریبات کا اختتام بحسن وخوبی ہوا، پروگرام کی سرپرستی حضرت شیخ طریقت قاری مولانا اختر رضا صاحب سجادہ خانقاہ اخلاقی اور صدارت مولانا امجد رضا نوری وقیادت خانقاہ اخلاقیہ کے روح رواں مولانا احمد رضا امجدی نے انجام دی، مشہور ادیب ونقیب مولانا نعمت رضوی اور مولانا غلام مذکر جالوی نے نقابت کا فریضہ انجام دیا۔ قمر اخلاقی امجدی استاد جامعہ سعدیہ عربیہ، کیرلا

☆☆☆

دعوت اسلامی کا مالیگاؤں میں سنتوں بھرا دوروزہ اجتماع

الحمد للہ عزوجل ۲۱، ۲۲ اپریل ۲۰۱۶ء کو سرزمین مالیگاوں میں دعوت اسلامی کا دوروزہ عظیم الشان سنتوں بھرا اجتماع انعقاد کیا گیا جس میں ہند کے کئی صوبوں سے بھاری تعداد میں عاشقان رسول ﷺ نے شرکت کی، لاکھوں کی تعداد میں عاشقان رسول ﷺ نے نہ صرف سینکڑوں بھیگہ پر مشتمل درے گاؤں کے وسیع وعریض میدان کو

تنگ کر کے رکھ دیا بلکہ عشاق کا یہ بہتا ہوا سیلاب تین چار کیلومیٹر دور شاہراہ عام پر بھی پھوٹ پڑا۔

مالیگاؤں کے مہمان نوازوں نے بھی خوب مہمان نوازی کی، رفاہی تنظیموں نے ۳۶ کیلومیٹر کی دوری پر اسٹیشن کے قریب آ آ کر سل پیک پانی کے بوتل باٹے نہ صرف یہ کہ کھانے پینے کی چیزوں سے خیر خواہی کی بلکہ سواری پیشہ افراد نے اپنی اپنی سواریوں تک آنے جانے والوں کے لیے فری کر دیا تھا، اہم بات یہ تھی کہ سارے انتظام وانصرام کے کام وہاں کے باہمت بلند حوصلہ نوجوانوں نے خود اپنے بل پہ کیا تھا جہاں یہ اجتماع گوناں گوں خوبیوں سے مالا مال تھا وہیں اس کی ایک بڑی خوبی یہ بھی دیکھی گئی کہ سارے سلاسل کے لوگ یہاں متحد ہو کر اس کے رحمت بھرے شامیانے کے نیچے جمع ہو گئیے تھے اتحاد کا یہ حسین منظر دیکھ کر ایسا لگ رہا تھا کہ اہل سنت وجماعت میں واقعی اچھے دن آنے والے ہیں۔

اس اجتماع کے خصوصی شرکا جامعۃ المدینہ فیضان کنز الایمان بمبئی وجامعۃ المدینہ فیضان نوری اکولہ کے طلبہ، اساتذہ وناظمین تھے اسکے علاوہ ہندبھر سے دیگر جامعات المدینہ کے کچھ اساتذۂ کرام وطلبۂ عظام اور مختلف کابینات کے اسلامی بھائی تھے۔

دعوت اسلامی کے قدیم موئید ومبلغ خلیفۂ مفتی اعظم ہند مفتی عبد الحلیم صاحب تاجپور (ناگپور) نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ایک علمی اور اصلاحی خطاب فرمایا، انہوں نے نیتوں کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے ثواب کمانے کا ایک بہترین نسخہ بھی عطا فرمایا موصوف نے کہا کہ کسی جائز کام کو اگر ہم یہ سمجھ کر کریں کہ یہ کام سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا یا یہ کام سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا تو وہ کام ہمارا عبادت کے زمرے میں شمار ہوگا اور باعث اجر وثواب ہوگا دوران بیان انہوں نے ایک چیز یہ بھی بتائی کہ غیروں کی نقل کرنے کی ہمیں چنداں حاجت نہیں اس لیے کہ نقل اس چیز میں کی جاتی ہے جسکی اصل موجود نہ ہو، الحمد للہ ہمارے پاس ساری چیزوں کی اصل موجود ہے اس کے علاوہ انہوں نے طلاق کی سخت مذمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جائز کاموں میں سب سے قبیح کام طلاق ہے طلاق بسے بسائے گھر کو اجاڑ دیتی ہے اولاد کو والدین سے، شوہر کو بیوی سے جدا کر دیتی ہے۔ طلاق کے متعلق مالیگاؤں والوں کو خصوصی نصیحت فرماتے ہوئے طلاق کے بڑھتے ہوئے رجحانات کی روک تھام کے لیے کئی ایک مدنی پھول عطا کیے، اس کے علاوہ اہل سنت کے مصلح اور جید عالم دین مولانا عبد المبین نعمانی صاحب، ہند مجلس مشاورت کے رکن، جامعۃ المدینہ فیضان کنز الایمان کے استاذ مفتی یحییٰ رضا مصباحی صاحب، ہند کے اول رکن شوری عارف باپو، نگران ملکی عطاری کابینہ حاجی شبیر عطاری، نگران رضوی کابینہ سید انور عطاری اور ملکی ڈویژن کے نگران محمد جنید برکاتی صاحبان نے بھی سنتوں بھرے بیانات کے خوب گوہر لٹائے۔ دین کے ان بے لوث خادموں نے اپنے رقت انداز بیانات سے سخت دھوپ کی تمازت کو بے اثر ثابت کر کے رکھ دیا درجہ حرارت تقریباً ۴۶ ڈگری ہونے کے باوجود سامعین وناظرین ٹس سے مس نہ ہوئے بعد ازاں سید سرفراز صاحب نے مخصوص انداز میں ذکر کا سلسلہ چلایا اور اخیر میں حاجی شبیر صاحب بمبئی نے رقت انگیز دعا سے محفل کا اختتام فرمایا۔

☆☆☆

دوران تعطیل سنی دعوت اسلامی کے منصوبے اور سرگرمیاں
مختلف کورسیز کا انعقاد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھالی اُمت کی تعلیم وتربیت، اور اعمال کی اصلاح کی غرض سے سالانہ تعطیلات میں سواد اعظم اہلسنّت وجماعت کی عالمگیر تحریک سنّی دعوت اسلامی کے زیر اہتمام ملک وبیرون ملک کے مختلف علاقوں میں مختصر دورانیے کے کورسیز، ورکشاپس، فقہی سیمینار اور دوروں کی روایت گزشتہ ایک دہائی سے جاری ہے جو بہت مستحسن، مفید اور نتیجہ خیز ہے۔ اس روایت کے تحت ہندوستان کی مختلف ریاستوں میں کہیں طیبہ سمر کلاسیس، کہیں کیریئر گائڈنس کلاسیس، کہیں تربیتی نشستیں، کہیں تعلیم بالغاں، کہیں کمپیوٹر کلاسیس وتھ اسلامک اسٹڈیز اور دیگر مختلف قسم کے کورسیز کا انعقاد کیا جاتا ہے جس سے اسکول وکالج کے اسٹوڈنٹس اور دینی مدارس کے طلبا خوب استفادہ کرتے ہیں۔ (باقی صفحہ ۱۵ پر)

R.N.I. No. DELURD/2015/65657

June 2016

Publishing Date: 20 Advance Month

Postal Registration: DL (DG-11) 8085/2016-18

Total 56 Pages with Title Cover, Weight 95 grams

Posting Date:21&22 Advance Month

Paigam e shariat Monthly

Vol.01 ISSUE:08

AL-NOOR SOCIETY OF GREATER HOUSTON

Since 1987

AL-NOOR

Owner, Publisher & Printer
Mohommad Qasim
Chief Editor
Faizanul Mustafa Qadri

Printed at **M/S Ala Printing Press**
3636 Katra Dina Baig, Lal Kuan, Delhi-110006
Published from H.No. 422, **2**nd Floor, Gali Sarot**ey** Wali
Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-110006